قُل سِیرُوا فِی الاَرض

رُوداد

سفرِ افغانستان

عالیجناب مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

جو

منجانب دارالعلوم ۱۳۵۸ھ میں کیا گیا

۱۹۳۹ء

اور

دارالعلوم نے

محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں طبع کرا کر شائع کیا

۹۵/-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ ملت ہندیہ اور ملت افغانستان کا رابطہ و تعلق آج کا نہیں بلکہ بہت قدیم اور تاریخی و جغرافیائی ہے ۔ پھر خصوصیت سے ہندوستان کے مذہبی طبقہ کو جو کچھ جذب واخلاص افغانستان کی اسلامی دولت کے ساتھ رہا ہے وہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے ۔ اور اس سلسلہ میں بالخصوص میرے اکابر اور رؤس جماعت دارالعلوم کا جو مخلصانہ اور دیرینہ ارتباط افغانستان کے موجودہ حکمران خاندان کے ساتھ رہا ہے وہ دارالعلوم کے حلقۂ اثر میں نہ صرف معروف بلکہ ایک روایتی حیثیت رکھتا ہے ۔

شہید اعظم اعلیحضرت محمد نادر خاں مرحوم جب تخت نشین ہوئے تو اس حلقہ میں ایک خاص مسرت کی لہر دوڑی ہوئی تھی جب ان کی شہادت کا حادثہ ہوا تو ہم ہی میں دارالعلوم دیوبند کے علمی خاندان کا ہر فرد متاثر و محزون تھا ۔ دارالعلوم اُسی روز بند کر دیا گیا اور ایصال ثواب کا خاص اہتمام کیا گیا ۔ میرا قطعی ارادہ تھا کہ میں اپنے تاثرات تعزیت پیش کرنیکے لئے کابل حاضری دوں اور علمائے دارالعلوم نے اسے طے بھی فرما دیا تھا مگر واقعات کی رفتار نے اجازت نہ دی ۔ ان عمومی و خصوصی وابستگیوں نے ایک سے زائد بار مجھے آمادہ کیا کہ خاک پاک افغانستان پہونچکر ان دیرینہ تعلقات کی تجدید کی جائے ۔ ان ہزارہا فضلاء دیوبند سے شرف نیاز حاصل کرتے ہوئے جو سرحد اور ماوراے سرحد کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں ۔ دارالعلوم کا علمی رشتہ مضبوط کیا جائے اور خصوصی طور پر ہندوستان کی اس پُر شرف اور ہمجوار اسلامی دولت اور مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند میں ایک ایسا عرفانی رابطہ قائم کیا جائے جو اس کے علمی کارناموں کو ہمہ گیر بنانے اور ان دونوں مرکزوں کے اولیاء امور میں علمی و دینی ارتباط کو بروئے کار لانے میں مدد دے سکے ۔

ان عزائم میں مزید روحی تڑپ اور کشش صادق میرے برادر معظم مجاہد غیور حضرت مولانا منصور

انصاری دام مجدہ، رفیق خاص حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ، کی برادرانہ دعوت نے پیدا کر دی جو اپنے عزت مندانہ اسلامی جذبات کے ماتحت ۲۶ سال سے کابل میں جلاوطنی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ اسی دوران میں جبکہ میرے عزیز ابن منصور مولوی حامد الانصاری غازی نے بھی کابل کا قصد کیا تو میرے لئے ذاتی جذب وکشش کے ساتھ رفاقت سفر کا بھی پورا سامان مہیّا ہوگیا جس نے عزم سفر افغانستان میں مزید استحکام پیدا کر دیا میرے لئے وہ دن خوش آئند تھا جبکہ میرے عزم سفر اور نقطۂ نگاہ کو دیکھکر دارالعلوم کی مجلس انتظامیہ نے یہ فیصلہ کیا کہ میں اس سفر میں دارالعلوم کی نمائندگی کروں اور اس کے عرفانی پیغام اور اس کے نظام کار کو اس دولت اسلامی کے کانوں تک پہونچاؤں۔

اس مأموریت نے جہاں میری ذمہ داریوں میں اضافہ کر دیا وہیں میرے لئے ان مذکورہ جذبات وخیالات کے ذمہ دارانہ اظہار وبیان میں کافی قوت وطاقت بھی بہم پہونچا دی۔ جن کی روشنی میں میں نے اس طویل الذیل سفر کی راہ پیمائی شروع کی اور جماعت کے اس انتساب اور اس کی برکات نے افغانستان کی دشوار گذار راہ کی صعوبتیں میرے لئے راحتوں سے زیادہ کر دیں۔ کیونکہ اسلامی زندگی کے بکھرے ہوئے آثار اور ایک اسلامی ملک کے اسلامیت شعار رجال حکومت کی زیارت کے ساتھ دارالعلوم جیسے عظیم وجلیل مرکز کی خدمت نمائندگی کوئی معمولی نعمت نہ تھی کہ میں اس میں خدائے برتر کی شکر کے ساتھ اپنے قلب میں فخر کا احساس نہ کرتا۔

اس مختصر تحریر کا موضوع اسی مبارک سفر کی مختصر روداد اور اس کے مسعود ومیمون نتائج پر روشنی ڈالنا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں اس راہ پیمائی کی تحریری مساحت شروع کروں مناسب سمجھتا ہوں کہ افغانستان اور روس کے رجال کار کا مختصر تعارف کرا دوں تاکہ واقعات کے ضمن میں آنے والی شخصیتوں کے صحیح اندازہ کے ساتھ واقعات ذہن نشین ہو سکیں۔

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

افغانستان

افغانستان غیور وشجاع افغانوں کا وطن ہے۔ یہ چھوٹا سا ملک اپنی قوت آپ ہے یہ ملک افغانوں کی جان۔ اسلامی دنیا کا قلب، ہندوستان۔ ترکستان۔ اور ایران کا شریف ہمسایہ۔ ایشیار کا بلجیم اور دنیا میں کمزور قوموں کی قوت کا معیار۔ اپنی آزادی کا محافظ۔ اور زمانہ کی تمام نئی نئی تبدیلیوں کے باوجود اسلامی قانون شریعت کی روح رواں ہے۔

یہاں افغان قبائل کے علاوہ ترکمان تاجک۔ ہزارہ (شیعہ) ہندوستانی مہاجرین قدیم ہندو تاجر اور جتھہ بند سکھ عزتمندانہ اور آزاد زندگی بسر کر رہے ہیں اور سب افغان کہلاتے ہیں۔

افغانستان کا مذہب اسلام اور قانون فقہ حنفی پر مبنی ہے۔ ملک کے قانون آساسی میں یہ دونوں امور ظاہر کر دیئے گئے ہیں کہ یہاں کی حکومت کا مذہب اسلام اور قانون شریعت حنفی اصول پر مبنی ہے

حکومت کا مذہب

چونکہ حکومت کا مذہب اسلام ہے اس لئے زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی روایات، اسلامی اخلاق، اسلامی کردار اور اسلامی رنگ نمایاں ہے۔ اعلیٰحضرت شاہ افغانستان جن کی ذات ہمایوں ہزار گونہ عظمتوں کی حامل ہے۔ وزیر اعظم جن کی ذات گرامی ملک کی روح تنظیم، طاقتور مرکزیت، افغان قوم کے بلند کردار کا مظہر اتم ہے۔ رجال حکومت (وزرا، امرا، سلطنت مامورین اور مدبرین) جو ملک کی قدرت واختیار کا مرجع ومرکز ہیں۔ جمہور (جن میں با اثر علما اور مشائخ سرداران قبائل۔ بڑے چھوٹے تجار اور عوام شامل ہیں) سب کے سب اسلامی حقیقت سے متأثر۔ اسلام کے گرویدہ۔ مذہب سے آگاہ مذہب کے اصولی احکام کے پابند۔ اور دین حنیف کے نام لیوا ہیں۔

مساجد آباد۔ حکومت کی نگرانی میں عبادتیں منظم اور حکومت کی اسلامی دسترس کے ماتحت ہیں حکومت اماموں کا تقرر کرتی ہے اور کوئی امام ایک مقررہ تعلیم کے بغیر امامت کا منصب حاصل نہیں کر سکتا مساجد کی تعمیر زیب وزینت۔ صفائی روشنی اور فرش وغیرہ کا انتظام حکومت کرتی ہے۔ رمضان کے مبارک زمانہ میں قضاۃ کے مشورہ اور شرعی فیصلہ سے تمام امور کا انتظام ہوتا ہے۔ مساجد میں ختم قرآن کا نظام

ختم کی تاریخوں کا تقرر۔ اعلان۔ ختم قرآن کی تقریب کے اخراجات تمام سرکاری ہوتے ہیں۔

خاندان شاہی کا مذہبی رُجحان

موجودہ شاہی خاندان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے ہر رکن کو اسلامی عواطف اور دینی قوانین کا پورا پورا پاس اور لحاظ ہے۔

موجودہ دور کو اعلیٰحضرت شہید نادر خاں مرحوم سے نسبت ہے۔ مرحوم ایک پُرجوش مجاہد اور مخلص مرد مسلمان تھے انہی کی ذات تھی جو بدعنوانیوں کے زمانہ میں افغانی غیرت اسلامی اخلاق اور مذہبی عقائد کے تحفظ کا مرجع و مرکز ثابت ہوئی۔ ان کا دل جنگ کے زمانہ میں فولاد اور امن و نظم کے قیام کے وقت صلح پسند اور نرم رفتار تھا۔ وہ داخل ملک کے لئے مہربانی اور باہر سے آنے والے مسلمانوں کے لئے تصور سے زیادہ شفیق تھے ان کی تلوار نے افغانستان کو ۱۹۱۹ء میں آزادی دلائی اس لئے وہ ہر شخص سے زیادہ محبوب و محترم تھے چونکہ ان کی ذات سے مذہب کی عظمت کا اظہار ہوتا تھا اس لئے جب وہ فرمانروا ہوئے تو تمام رعایا میں مذہبی افکار نے محکم صورت اختیار کرلی۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حکمراں اور آپکے بھائی والاحضرت سردار محمد ہاشم خاں امور سلطنت کے نگراں ہوئے تو ان کا رنگ بھی وہی رہا۔

اس وقت قلعہ شاہی میں باجماعت نماز ہوتی ہے نماز جمعہ میں لازماً سب خاندان شاہی جمع ہوتا ہے قلعہ شاہی میں اس قدر اہتمام سے رمضان منایا جاتا ہے کہ دنیاوی تقریبات کے تمام پروگرام۔ پارٹیاں اور جشن (اگر اتفاق سے رمضان میں ہوں) تو ملتوی کردئے جاتے ہیں۔

اعلیٰحضرت ہمایوں تراویح میں وزراء کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور دس تاریخ کو ختم قرآن کی تقریب شان و شکوہ سے مناتے ہیں اور اس روز کابل کے شرفاء کو مسجد شاہی میں مدعو کیا جاتا ہے۔

اعلیٰحضرت المتوکل علی اللہ

اعلیٰحضرت شہید کے جلیل القدر اور جمیل الشان فرزند اعلیٰحضرت محمد ظاہر شاہ آجکل افغانستان کے تاجدار ہیں آپ کی ذات فوجی لباس میں اسلام کا دل رکھتی ہے۔ اعلیٰحضرت شہید کی وفات کے فوراً بعد افغانستان کے علماء، صلحا اور اولیائے امور نے آپ کے سامنے تخت سلطنت پیش کیا مگر آپنے فرمایا کہ مجھ سے بہتر شخص کا انتخاب کیا جائے سب نے ملکر فیصلہ کیا کہ آپ ہی اولوالامر اور امام (امیر منتخب ہیں) آپنے ایک ایسی انکساری کے ساتھ جس میں خلوص اور صداقت کی آمیزش تھی متوکلانہ طور پر منصب

امارت کو قبول فرمایا۔ اور وہ وقت عجیب تھا جب اعلیٰحضرت نے حضور قلب کے ساتھ خدائے احکم الحاکمین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے اپنا لقب "المتوکل علی اللہ" قرار دیا۔

مجھے آپ کے عم مکرم (موجودہ ملکہ معظمہ افغانستان کے والد ماجد) والاحضرت سردار احمد شاہ خاں صاحب سے یہ معلوم کرکے مسرت ہوئی کہ اعلیٰحضرت بار بار اپنے اس مخصوص مذہبی احساس پر فخر کرتے ہیں جس کا اظہار المتوکل علی اللہ کے لقب سے ہوتا ہے۔

صدر اعظم صاحب ہر ملاقات میں اعلیٰحضرت کا ذکر فرماتے ایک بار فرمایا ہمارے اعلیٰحضرت سالہا سال پیرس میں رہے مگر ہمیں یہ فخر ہے کہ جوانی کی تمام الائشوں سے پاک صاف رہے۔ اعلیٰحضرت کی پیشانی سے بلند حوصلگی کا اظہار ہوتا ہے۔ آنکھوں سے مروت۔ محبت اور مساوات ظاہر ہوتی ہے۔ مزاج میں انتہائی شرافت ہے۔ ملنساری میں عام آدمیوں سے زیادہ ملنسار بادشاہ ہیں۔ بادشاہی کے تمام اوصاف کا مجموعہ ہیں مگر جہانتک رعایا کا تعلق ہے کوئی بات نہ سختی کی ہے نہ درشتی اور جبر و قہر کی۔ اعلیٰحضرت کو فرانسیسی زبان پر فرانس کے ارباب علم سے زیادہ عبور ہے۔ آپ متعدد زبانیں جانتے ہیں۔ سلطنت کے تعمیری معاملات سے آپ کو خاص تعلق ہے۔ فوج اور فوجی معاملات سے خاص لگاؤ ہے۔ علماء آپ سے بے تکلف ہیں اور آپ کی ذات کو قابل فخر سمجھتے ہیں۔

نجی مشاغل مطالعہ کے علاوہ کچھ نہیں آپ ایک نادر اور بڑے کتبخانہ کے مالک ہیں۔ کبھی کبھی شکار کو چلا جانا ہی بس آپ کی ایک تفریح ہے۔

بچپن میں آپ کی تربیت ایک ہندوستانی نے کی ہے۔ ان کو از راہ عزت لالہ کہا جاتا ہے میں نے گل باغ میں ان سے ملاقات کی۔ فرماتے تھے کہ اعلیٰحضرت میری زندگی کا حاصل جمع ہیں۔ ایک ادنیٰ سپاہی میں غرور ہوتا ہے مگر اعلیٰحضرت میں بالکل نہیں۔ حق تعالیٰ اس تاجدار کو زندہ و سلامت رکھے اور ان کی ذات سے افغانستان اور دنیائے اسلام کو برکت عطا فرمائے آمین۔

صدر اعظم افغانستان

آجکل مجلس وزراء کے صدر نشین عالی قدر سردار محمد ہاشم خاں ہیں۔ آپ درحقیقت وزیر اعظم ہیں اور افغانستان کی سرکاری اصطلاح کے مطابق آپ کو صدر اعظم اور آپ کے قصر کو قصر صدارت عظمیٰ کہا جاتا ہے آپ کا سرکاری خطاب ع۔ ج۔ ا۔ ا۔ و۔ ح (عالی قدر۔ جلالتمآب۔ الدرالعلیٰ۔ والاحضرت سردار محمد ہاشم خاں ہے)

مجھے دنیائے اسلام کے جن بڑے اور برگزیدہ رہنماؤں سے ملنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے ان میں

آپ کی شخصیت مختلف جہات سے سب سے بڑی ہے آپ کی ہستی دنیا کے اُن بڑے مدبروں میں سے ایک ہے جو اپنے محدود ماحول میں غیر محدود ذمہ داریوں پر مشکل سے مشکل حالات میں دسترس حاصل کرنیکی زبردست طاقت رکھتے ہیں۔

آپ کی سب سے بڑی خوبی جو ہر ملاقات میں غلبہ کے ساتھ مجھے محسوس ہوتی رہی یہ ہے کہ آپ کا ظاہر و باطن ایک ہے اور آپ ایک راستباز۔ پختہ کار اور پاک دل مسلمان ہیں عقائد صاف اور عمل اس حد تک صحیح کہ اوقات نماز کے پابند اور صاحب سجادہ و تسبیح ، آپ اعلیٰحضرت جنرل نادر خاں شہید کے بھائی اور اپنے مرحوم بھائی کے بلند ارادوں کے امین ہیں۔ افغان قوم کی روشن امید ہیں اور آزاد افغانستان کی روح اعظم میں کہہ سکتا ہوں کہ افغانستان کی موجودہ ترقیات میں اگر اعلیٰحضرت المتوکل علی اللہ کی خداداد اور نیک توجہات کا دخل ہے تو دوسری طرف والاحضرت سردار محمد ہاشم خاں کے غیر معمولی تدبر جرأة ۔ بصیرة اور غیر معمولی قوت عمل کا بھی اثر ہے مجھے یہ معلوم کرکے حیرت ہوئی کہ والاحضرت کو امور سلطنت پر اتنی دسترس حاصل ہے کہ ملک کی طویل سرحدات کے آخری نقاط پر جو لوگ متعین ہیں وہ اپنی اپنی جگہ ہر وقت اُنھیں برسر موقع حاضر سمجھتے ہیں۔

آپ کے کارنامے

(۱) آپ نے سب سے پہلے ملک کے نظام کو مستحکم بنیادوں پر قائم کیا ہے۔

(۲) آپ نے ملک کی اقتصادی حالت کو بلند کرکے اس کے مالیہ کو بڑھا دیا ہے۔ آپ کے عہد میں تجارت پر حکومت کا ضبط ہے۔ دیا سلائی ۔ کاغذ ۔ اونی سوئیٹر۔ پارچہ بافی۔ برق اور روئی کے کارخانے بڑے پیمانہ پر زیر تعمیر ہیں اور کام کر رہے ہیں۔ آج افغانستان حقیقی معنی میں آزاد ہے اس لئے کہ اس کی اقتصادی حالت آزاد ہے۔

(۳) آپ کی حکومت کا اصول تمام طبقوں کا توازن برقرار رکھنا۔ آپ کے عہد صدارت عظمیٰ میں علماء ۔ مشائخ ۔ حکام ملک ۔ افسران افواج ۔ جدید تعلیمیافتہ فضلاء ۔ سرداران قبائل ایک مرکزی نظام کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔

میں نے والاحضرت سے تین ملاقاتوں کا شرف حاصل کیا۔

پہلی ملاقات ۳ گھنٹہ ہوئی جس میں میں نے دارالعلوم کی تاریخی خدمات کی مفصل اور جامع تحریری یادداشت پیش کی۔

کتب خانہ مدرسہ عربیہ حقانیہ
نمبر ۹۷۸
ساہیوال ضلع سرگودھا

دوسری ملاقات۔ ۲ گھنٹہ رہی جس میں والاحضرت نے علماء کے متعلق اپنے بلند پایہ خیالات کا اظہار فرمایا اور مجھ سے دارالعلوم کے تعلیمی مستقبل کے متعلق مفید معلومات سنیں اور بہترین مشورے پیش فرمائے۔

تیسری ملاقات۔ ایک گھنٹہ رہی۔ یہ وداعی ملاقات تھی جس میں آپ نے بزرگانہ شفقت کا مظاہرہ کیا اور اپنی عرفانی محبت کا نقش میرے قلب پر قائم فرمایا۔

سردار محمد نعیم خاں

والاحضرت سردار محمد نعیم خاں شاہی خاندان کے رکن رکین صدر اعظم کے با اختیار نائب اور تعلیمات عامہ کے وزیر ہیں۔ آپ افغانستان کی ملکی اور عرفانی ترقیات کے مطلع بلند پر ایک روشن ستارہ اور محبوب القلوب ہستی ہیں۔ وزیر تعلیم کی حیثیت سے آپ کی ذات شاہی ادبی سوسائٹی (انجمن ادبی کابل) دارالعلوم عربی کابل۔ ٹکنیکل انسٹیوٹ۔ درسگاہ زبان افغانی۔ درسگاہ زبان فرانسوی۔ کابل یونیورسٹی کے میڈیکل کالج۔ لاکالج۔ اور اُن تمام تعلیمی اداروں کی روح رواں ہیں جن میں ساٹھ ہزار سے زائد افغان طلبہ تعلیم پاتے ہیں۔

مجھے آپ سے تین مفصل ملاقاتوں کا موقع ملا۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند کے مستقبل اور تعلیمی پروگرام کے سلسلہ میں غیر معمولی شغف اور برادرانہ محبت کا معاملہ فرمایا۔

چند دوسری مقتدر شخصیتیں

(۱) **والاحضرت سردار احمد شاہ خانصاحب۔** وزیر دربار ہیں آپ متحمل مزاج۔ شائستہ سنجیدہ اور شگفتہ طبع انسان ہیں۔ آپ نے اس خادم علم کو چالیس پچاس علماء کی معیت میں اپنے فردوسی مکان میں مدعو فرمایا آپ کی زبان پر بار بار اعلیٰحضرت کا نام آتا تھا۔ آپ راسخ العقیدہ پابند صوم وصلوٰۃ ہستی ہیں۔ مزاج میں یکسوئی کے ساتھ احترام مُسلم کا خاص جذبہ ہے۔ اور راستباز علماء سے سچی عقیدت رکھتے ہیں۔

(۲) **والاحضرت معظم سردار شاہ محمود خاں وزیر جنگ۔** مجھے علامہ محترم مولانا سید مبشر اللہ طرازی رکن دارالتحریر شاہی کے کرم گرانمایہ کے توسط سے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ اپنی سچی مذہبیت کے لئے مشہور رہیں۔ آپ اعلیٰحضرت شہید کے بھائی اور افغانستان کی تعمیر میں صدر اعظم صاحب کے رفیق اعلیٰ ہیں۔ افغانی افواج آپ کے دور میں ایک فولادی طاقت کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ماہر ترک مشیر

اور قابل افغان جرنیل آپ کے کام کی قوت ہیں۔

(۳) سردار علی محمد خاں وزیر خارجہ۔ آپ ملک کے منتخب لوگوں میں سے ہیں۔ اور آپ کی ذات میں ایک خاص کشش ہے۔ زبان پاکیزہ اور عالمانہ، سالہا سال یورپ میں رہے مگر گفتگو قرآن و حدیث سے کرتے ہیں۔ بارہا سفیر افغانستان کی حیثیت سے یورپ بھیجے گئے ہیں اور اب افغانستان کی وزیر خارجہ ہیں۔ مگر مجھ سے ملاقات کرنے سے پہلے فرمایا کہ میں سابق وزیر تعلیم کی حیثیت سے آپ سے گفتگو کر رہا ہوں آپ نے یورپ کی تعلیم گاہوں کے متعلق اپنے تجربات بیان کئے اور آخر میں فرمایا۔

میں دارالعلوم دیوبند کا شاگرد ہوں کیونکہ میرے اولین اساتذہ دیوبند کے فیض یافتہ تھے۔

فاضل شخص ہیں اور کئی زبانیں جانتے ہیں۔ آپ سے دو ملاقاتیں ہوئیں اور مجلس کا موضوع بیشتر علمی مباحث اور دارالعلوم کے تذکرے بنے رہے۔ رجال حکومت میں یہی چند چوٹی کے ذمہ دار ہیں جو افغانستان پہونچکر میرے مقاصد سفر کا محور ثابت ہوئے۔ اور اس لئے سلسلہ کوائف سفر سے پہلے ان شخصیتوں سے تعارف کرادینا ضروری سمجھا گیا۔

اس سفر کی ابتداء ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ یوم چہارشنبہ سے ہوئی۔ اس مبارک سفر کے لئے مجھے مجلس انتظامیہ دارالعلوم منعقدہ ۷/۶ ۵۸ نے بہ حیثیت نمائندۂ دارالعلوم مامور فرمایا۔ اس سفر کی مفصل کیفیات احقر نے اپنے سفرنامہ میں منضبط کی ہیں جو بسط و تفصیل سے فارسی زبان میں نے آغاز سفر سے قلمبند کرنا شروع کردیا تھا اور واپسی کی تاریخ تک تاریخوار قلمبند ہوتا رہا۔ اس میں ملاقاتوں تقریروں اور تمام نقل و حرکت کی تفصیلات درج ہیں یہ زیر نظر تحریر اُسی سفرنامہ کا خلاصہ ہے جو مجلس شوریٰ منعقدہ صفر ۱۳۵۹ھ میں پیش کرنے کے لئے لکھ لیا گیا تھا اور اسی کو اب بھی خواہان دارالعلوم کے سامنے بحکم مجلس شوریٰ پیش کیا جارہا ہے۔

روانگی سے پیشتر جنرل قونصل افغانستان مقیم شملہ کو رسمی طور پر اطلاع دیدی گئی تھی نیز کابل بھی ایک عریضہ بنام اخی معظم حضرت مولانا منصور انصاری روانہ کردیا گیا تھا۔ ادہر اخبارات ہند نے بھی احقر کی روانگی کے پروگرام کو نمایاں عنوان سے شائع کرتے ہوئے اس سفر سے دارالعلوم دیوبند اور دارالاسلام افغانستان کے علمی روابط کے استحکام و تجدید کی توقعات ظاہر کیں اس لئے میری روانگی اور افغانستان پہونچنے کی اطلاعات حکومت افغانستان کو پیشتر ہی پہونچ چکی تھیں اس موقع پر میں بطور تحدیث نعمت اس قدر ضرور عرض کردوں گا کہ حکومت افغانستان نے جس قسم کی پذیرائی اور پرتپاک خیر مقدم اس ناچیز کا کیا وہ نہ صرف غیر معمولی ہی تھا بلکہ بہت سی حیثیتوں سے ممتاز اور غیر مسبوق بھی تھا چنانچہ والاحضرت صدر اعظم کے متعدد مقولات اور جمعیۃ العلماء کابل کے ایڈریس اور دارالعلوم کابل کے سپاسناموں کے الفاظ سے اس پر کافی

روشنی پڑتی ہے۔ جو آئندہ صفحات میں موقع بموقع آئیں گے۔ افغانستان کے اکابر کی یہ مہمان نوازی درحقیقت میری ذات سے زیادہ اُس مبارک نسبتِ قاسمی اور انتسابِ علمی کا نتیجہ تھی جو مجھ کو دارالعلوم کے بزرگوں اور بالخصوص جدامجد حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ سے حاصل ہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ ان اکابر مرحومین کی مقبولیت عامہ کے سبب میں اس سفر میں کسی موقع پر بھی مسافر یا غریب اور اجنبی نہیں رہا ہوں۔ بلکہ ہر جگہ یہی محسوس کرتا تھا کہ میں دیوبند ہی کے ماحول اور اسی کی جماعت کے حلقہ میں وقت گذار رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی مجھکو یہ بھی اعتراف کرنا چاہیے کہ ان تمام کریمانہ نوازشوں میں افغان قوم کی برگزیدہ ومقتدر رجال کی تاریخی مہمان نوازی اور طبعی شرافت کو بھی خاص دخل تھا۔ حدود افغانستان میں داخل ہوتے ہی ہر مرکزی منزل پر وزارت خارجہ کی طرف سے بذریعہ فون یہ ہدایت پہونچی ہوئی تھیں کہ آنیوالے مہمان کی پذیرائی اور راحت رسانی میں کمی نہ کیجائے اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ہر ایک مرکزی مقام پر بلند پایہ ملکی اور عسکری افسران پذیرائی فرماتے تھے اور غیر معمولی تکریم ومحبت کے ساتھ استقبالیہ مراسم ادا کرتے تھے۔

جلال آباد شب کو ۹ بجے موٹر پہونچی تو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رکن جمعیۃ العلماء فاضل دیوبند مع حافظ حمید ابن منصور اور دوسرے حضرات کے موجود تھے۔ جلال آباد کی منزل پر ممدوح نے پھل اور چائے سے تواضع کی۔ شب کو ایک بجے نملہ کے پُر فضا مقام پر پہونچے۔ یہاں سرکاری ہوٹل کا اسٹاف کھانا تیار رکھے ہمارا منتظر تھا۔ سرکاری بنگلہ میں مختصر قیام کے بعد یہاں سے روانگی ہوئی۔ جب ہمارا قافلہ کابل کے قریب پہونچا تو شہر کابل سے تین میل اس طرف متعدد معززین شہر اور مقتدر اعضاء حکومت کے ایک بڑے مجمع نے استقبال کیا۔ شاہی کونسل کے صدر نیز جمعیۃ العلماء کے مقتدر ارکان متعدد علماء بخارا و ترکستان اور بہت سے فضلاء دیوبند نے خوش آمدید کہا۔ راستہ میں آتے جاتے کسٹم کی نگرانی اور اس کے تمام واجبات سے بایمار حکومت ہمیں مستثنیٰ رکھا گیا۔ بغرض ہر ممکن راحت رسانی کے لئے حکومت کی مہربانیاں راستہ ہی سے ہماری ساتھ رہیں جس کے شکریہ سے ہم عہدہ بر آ نہیں ہو سکتے۔ دوران قیام میں واردین وصادرین اور ملاقات کرنیوالوں کا غیر معمولی ہجوم رہتا تھا۔ اطراف کابل مثل بلخ۔ قندہار۔ غزنی۔ ہرات وغیرہ سے جس جس جگہ فیض یافتگان دارالعلوم کو ہماری آمد کی اطلاع پہونچتی رہی وہاں سے علماء آئے اور آکر ملاقات کرتے رہے۔ اور ادھر بدخشاں۔ خان آباد قرزہ وغیرہ سے متعدد احباب وہاں پہنچنے کے لئے بھی آئے۔ لیکن دارالعلوم کے متعلقہ مشاغل اور مصروفیت کی وجہ سے ان دعوتوں کو پورا نہ کیا جا سکا۔

ایک ہفتہ کے بعد اوس خدمت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی جس کے لئے مجھے مجلس نے مأمور کرکے

دار العلوم کی نمائندگی کا شرف عطا کیا تھا۔ وزراء سے ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ کابل کی ہر نقل و حرکت اور ملاقاتوں میں میرے ساتھ اخی معظم حضرت مولانا منصور انصاری اور عزیز محترم مولانا حامد الانصاری غازی حال ڈائرکٹر نشر و اشاعت ریاست قلات رہتے تھے۔ غیر ملکی لوگوں کا تعلق رسمی طور پر عموماً وزارت خارجہ سے ہوتا ہے۔ اس مناسبت کو پیش نظر رکھکر وزیر صاحب خارجہ کے ذریعہ ہم نے والا حضرت صدر اعظم سردار محمد ہاشم خانصاحب کو ایک رسمی تحریر بھیجی جو حاضری کی اطلاع اور خیر مقدم اور پذیرائی کے شکریہ پر مشتمل تھی اس تحریر پر وزارت خارجہ سے دعوت آئی اور پہلے جناب مدیر صاحب عمومی سیاسی سے ملاقات ہوئی جو امیر حبیب اللہ خاں مرحوم کے بھانجے ہیں۔ چند منٹ کی گفتگو کے بعد ممدوح نے فرمایا کہ جناب وزیر صاحب خارجہ بھی آپ سے ملنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ چنانچہ مدیر صاحب کے واسطہ سے اُسی وقت قصر وزارت خارجہ میں عالیقدر علی محمد خاں صاحب وزیر خارجہ سے ملاقات ہوئی جو پہلے سے منتظر تھے۔ نہایت خندہ پیشانی اور خلوص و محبت سے معانقہ و مصافحہ کیا۔ ممتاز جگہ پر اس ناچیز کو بٹھا کر خود سامنے بیٹھ گئے۔ تقریباً دو گھنٹہ ملاقات جاری رہی جس میں دار العلوم کے موضوع پر مفصل گفتگو ہوتی رہی۔ نصاب اور طریقہ تعلیم پر مباحث رہے۔ یہ تمام گفتگو سفرنامہ میں درج ہے۔ وزیر صاحب متأثر ہوئے۔ پیام دیا کہ والا حضرت صدر اعظم آپ کے قدوم سے بے حد مسرور ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ سے ہمارے خاندانی تعلقات ہیں آپ اپنے گھر آئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ والاحضرت کے ارشاد پر آپ شاہی مہمان قرار دیئے گئے ہیں۔ لیکن چونکہ آپکی استراحت مطلوب ہے اس لئے قیامگاہ اور طریق رہائش میں آپ مختار ہیں آپ اگر چاہیں تو شاہی مہمان خانہ میں انتظام کیا جائے یا کابل کے سرکاری ہوٹل میں جو اعلیٰ مغربی طرز اور جدید طریقہ پر بنایا گیا ہے۔ یا کسی کوٹھی کا انتظام کیا جائے۔ اسپر شکریہ ادا کیا گیا۔ اور واپسی پر بذریعہ تحریر عرض کرا دیا گیا کہ میں آپ ہی کا مہمان ہوں لیکن میں اپنے بزرگوں کی بے تکلف روش کے ماتحت سادہ معاشرت کو پسند کرتا ہوں اس لئے اپنے برادر معظم مولانا منصور انصاری کے مکان ہی پر مقیم رہنا چاہتا ہوں۔ حکومت نے اسے قبول کر لیا اور مولانا ممدوح کے نام وزارت سے چٹھی پہونچ گئی کہ آپ بحیثیت مہماندار حکومت وظائف مہمانی ادا کریں حکومت اُن مصارف کی ذمہ بردار ہے۔ ساتھ ہی حکومت نے ایک موٹر کار کی ذمہ داری بھی لی وہ مختلف مواقع ضرورت میں استعمال کیجاتی رہی۔ اس سلسلہ میں وزیر صاحب خارجہ۔ وزیر صاحب دربار۔ وزیر صاحب حربیہ۔ وزیر صاحب معارف اور والاحضرت صدر اعظم صاحب سے جنکا تعارف ابتداء میں کرایا جا چکا ہے خصوصی ملاقاتیں ہوئیں اور طویل طویل عرصہ تک جاری رہیں۔ وزیر صاحب خارجہ نے پہلی ہی ملاقات کے دوران میں صدر اعظم صاحب کا یہ پیام بھی پہونچایا کہ وہ عنقریب ملاقات فرمائیں گے۔

اس دوران میں ملک کے متعدد اخبارات و رسائل اصلاح - انیس - مجلہ - صحیحہ وغیرہ کے دفاتر میں جانا ہوا حضرات مدیران جرائد نے پرخلوص پذیرائی فرمائی - مدیر صاحب اصلاح نے ایک جلد سالنامہ مجلہ کابل بطور ہدیہ عنایت فرمائی - دفتر انیس میں دو اڑھائی گھنٹہ نشست رہی متعدد علمی مباحث میں بحث اور تبادلہ فکر ہوتا رہا جسکی تفصیلات سفرنامہ میں درج ہیں - مدیر صاحب نے پھلوں سے ایک مکلف تواضع فرمائی اور مجلہ انیس کی ایک مکمل جلد بطور ہدیہ عنایت فرمائی - نیز احقر کی تحریک پر مجلہ انیس دارالعلوم کے لئے مفت جاری فرما دیا جو برابر وصول ہو رہا ہے - اسی طرح مجلہ صحیحہ کے مدیر صاحب نے بھی محبانہ سلوک فرمایا - اور یہ رسالہ دارالعلوم کے نام جاری فرما دیا جو برابر آرہا ہے جس میں طبی معلومات پر مشتمل بہترین مضامین ہوتے ہیں اسی اثنا میں حکومت کے مختلف محکموں میں پہونچنے کی نوبت آئی - اور متعدد محکموں کے افسروں نے دعوت بھی دی - ریاست ہیئتہ عالیہ تمیز (کابل کی پریوی کونسل) ہیں عالیجناب رئیس صاحب تمیز مولانا عبدالرب صاحب کی دعوت پر اور محکمۂ مرافعہ وہائی کورٹ نیز عدالت ابتدائی میں عالیجناب مولانا قاضی محمد صالح صاحب کی دعوت پر جانا ہوا - قاضی مرافعہ (چیف جسٹس صاحب ہائی کورٹ کابل) دارالعلوم کے قدیم فضلاء اور حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ کے ابتدائی تلامیذ میں سے ہیں قاضی صاحب ممدوح نے رسمی طور پر کورٹ کی پولیس سمیت استقبال کیا - عدالت کے مقدمات ایک گھنٹہ کے لئے ملتوی کر دیئے گئے - ابتدائی عدالتوں کے دکھلانے کے لئے خود قاضی صاحب ہمراہ ہوئے - خصومات اور مقدمات کے کاغذات طریق اجراء مقدمات اور طریق فیصلہ وغیرہ کے رسمی کاغذات اور دستاویزیں دکھلاتے رہے پھر عدالت کے ایک ہال میں چاء کے مکلف دسترخوان پر مدعو فرمایا -

اس دوران میں جمعیۃ العلماء نے جو حکومت کی معتمد علیہ اور آئین سازی کے سلسلہ میں گویا آخری جماعت ہے دعوت دی - لیکن والاحضرت صدر اعظم صاحب کا ٹیلیفون پہونچا کہ اس روز ہم خود دعوت دینا چاہتے ہیں جمعیۃ اپنی دعوت دوسرے وقت پر ملتوی کر دے چنانچہ پہلے والاحضرت صدر اعظم صاحب ہی کی پُرشرف دعوت پر قصر صدارت عظمیٰ میں باریابی ہوئی صدر اعظم صاحب سے یہ پہلی ملاقات تھی قصر کے ایک عظیم ہال میں ہم اس انتظار میں بٹھلائے ہی گئے تھے کہ وہاں سے ملاقات کے کمرہ میں طلب کئے جائیں گے کہ اچانک والاحضرت خود اسی جگہ پہونچ گئے ہم نے آگے بڑھ کر اُن کا استقبال کیا نہایت محبت و خلوص سے معانقہ و مصافحہ کیا اور اصرار کے ساتھ اپنی جگہ پر بٹھلایا خود غایت تواضع سے سامنے کی ایک کرسی پر بیٹھ گئے انتہائی مدارات کے ساتھ گفتگو کا خود ہی اس طرح آغاز فرمایا کہ ہمارا آپکا تعلق خاندانی اور قدیم ہے اس موقع پر والاحضرت نے غایت عقیدت سے حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب

بانی دارالعلوم دیوبند کا ذکر فرمایا اور کہا کہ میرے والد معظم اور عم محترم نے حضرت مولانا کا زمانہ پایا ہے۔ اور والدہ معظمہ ان سے غیر معمولی عقیدت رکھتی تھیں اس مجلس میں حضرت شمس العلوم مولانا گنگوہیؒ کا ذکر مبارک بھی آیا۔ اسی اثناء میں فرمایا کہ ہمارے گھر میں ان حضرات کے تبرکات بھی محفوظ تھے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہ کی ایک ٹوپی تھی جسکو ہماری والدہ معظمہ بطور تبرک کے سال بھر میں نکالا کرتی تھیں اور ہم جب کبھی بیمار پڑجاتے تھے تو وہ ٹوپی ہمارے سروں پر رکھدی جاتی تھی جس سے ہم شفایاب ہوجاتے تھے پھر فرمایا کہ آپ کی قدر اعلیٰحضرت شہید پوری طرح کرسکتے تھے تاہم آپ کے بزرگوں کے ہم نیازمند ہیں میں نے عرض کیا کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ میں ایک دیوبند سے دوسرے دیوبند میں اور اپنے خاندان میں حاضر ہوا ہوں۔ اس پر ارشاد ہوا کہ آپ بے تکلف یہ سمجھیں کہ آج کابل میں آپکا خاندان حکومت کررہا ہے۔ اسپر احقر نے تشکر آمیز تقریر کی جس کی تفصیلات سفرنامہ میں درج ہیں۔

اس سلسلہ گفتگو میں میں نے ایک تحریر پیش کی جو دارالعلوم کے تعارف کرانے کے سلسلہ میں قلمبند کرلی گئی تھی۔ اور اس میں دارالعلوم کے کلی اور اصولی حالات پر اجمال و اختصار مگر جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی تھی۔ اس تحریر میں جن خصوصی مناسبات کی رعایت کیگئی تھی ان سب کا لب لباب دارالعلوم کی علمی عظمت و شہرت۔ تاریخی خودداری اور اس کی حریت کارانہ مساعی۔ اور ملۃ اسلامیہ کی بے لوث علمی، دینی اور سیاسی خدمات کا تذکرہ تھا۔ نیز اس تحریر میں کسی سوال یا استدعا، کا کوئی پیرا اختیار نہیں کیا گیا۔ بلکہ دارالعلوم مرکزی دیوبند کو اس دولت اسلامیہ کے دوش بدوش ایک گونہ مساوات کے پہلو کے ساتھ پیش کیا گیا تھا۔ مقصود اصلی ان دونوں مرکزوں میں صرف علمی روابط اور عرفانی تعلقات کی تاسیس تھی دارالعلوم کے لئے کچھ مانگنا یا دست سوال دراز کرنا نہ تھا۔ جیسا کہ تحریر سے واضح ہے۔ یہ تحریر جو بصورت مراسلہ والاحضرت صدر اعظم صاحب کی خدمت میں تقدیم کی گئی۔ حسب ذیل ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

بحضور فیض گنجور والا حضرت گرامی منزلت عالیجناب المحترم سردار اعظم معظم محمد ہاشم خان صاحب صدر اعظم دولت مستقلہ افغانستان بالقابہ العلیہ دام بالمجد والاقبال

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

والاحضرت معظم۔ !!

میں براعظم ایشیا کی واحد مذہبی یونیورسٹی کے مہتمم (رئیس عمومی) کی حیثیت سے دولت علیہ دارالاسلام افغانستان کے مرکز سلطنت میں حاضر ہوا ہوں۔ آج جبکہ میں یہ عرضداشت پیش کر رہا ہوں سب سے پہلے اپنی اس فوق العادۃ مسرت کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جو میرے خوش آئند قلبی رجحانات کا ایک قدرتی ثمرہ اور طبعی نتیجہ ہے۔

اس مسرت کے اظہار کے ساتھ میرا پہلا فرض یہ ہے کہ میں غازیٔ اعظم شہید معظم امیر کبیر محمد نادر شاہ رحمۃ اللہ والاحضرت معظم سردار اعظم افغانستان اور دولت علیہ کے ان اولیاء امور کی خدمت میں احترام پیش کروں جن کی مجاہدانہ مساعی نے افغانستان کو استقلال عطا کیا، شرور وفتن سے نجات دی۔ تہذیب وتمدن کی ترقی کے ساتھ اسلامی روح کی حفاظت کی۔ اور شریعت حقہ اسلامیہ کو مملکت کا اساسی اصول تسلیم کیا۔

والاحضرت دارالعلوم کی مجلس عالی نے مجھکو یہ شرف عطا کیا ہے کہ میں دنیائے اسلام کے دو عظیم وجلیل مرکزوں میں علمی وعرفانی روابط کے قیام کے لئے خوش بختانہ اقدام کروں۔ اور ایک ایسے امر عظیم کی بنیاد ڈالوں جس کے مبارک نتائج جانبین کے لئے ایک ہم آہنگ عرفانی نظام کو بروئے کار لاسکیں۔

دارُالعُلوم دیوبَند کا نظام عمومی

والاحضرت یہ معلوم کرکے غایت درجہ مطمئن ہوں گے کہ میں جس اسلامی درسگاہ کی نمائندگی کر رہا ہوں اس کا نظام ایک سلطنت کے نظام کے مانند ہے۔ اس کا دائرۂ علم وعمل اپنی اساسی تشکیلات کے لحاظ سے فوق العادۃ اور ہمہ گیر ہے۔ وہ ایک مرکزی عرفانی ادارہ ہے جو ایشیا اور افریقہ کے لاتعداد نفوس کو ایک سلسلہ تنظیم کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔ ہندوستان۔ اطراف ہندوستان۔ افغانستان۔ ایران۔ حجاز مقدس قدس شریف۔ فلسطین۔ شام۔ افریقہ دیونین گورنمنٹ۔ یوگنڈا، جزائر شرق الہند۔ جزیرہ موریشش۔ جزائرجاوا

سماٹرا - ترکستان - چین - ترکستان روسی - اردیائے روسیا (قازان - تاتارستان) اور دوسری ممالک کے دس ہزار سند یافتہ علماء دنیا میں اصلاح نفوس - تبلیغ دین - اور تنظیم امت کا کام کر رہے ہیں۔ اُن دس ہزار کے علاوہ جنھوں نے اس مرکزی درسگاہ میں تکمیل علوم کا شرف حاصل کیا ہے اُس سے نسبت رکھنے والے اور اُس کے زیر اثر مسلمانوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہو کر کروڑوں تک پہونچتی ہے۔

ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد اسلامی سلطنت کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا مسلمانوں کی مادی قوت وشوکت زائل ہو چکی تھی - اور اس کے ساتھ اُن کے علوم وفنون بھی روبزوال تھے - ایسے نازک دور میں اسلامی علوم وفنون اور الٰہیات کی روح کی حفاظت کے لئے ایک مرکز کا وجود ناگزیر تھا - وقت کے مجاہدوں اور اُس عصر کے منتخب اور برگزیدۂ روزگار مقدس روحانی بزرگوں (صاحب حال علماء ومشائخ) نے جن سے خود والاحضرت اور اُن کے خاندانی بزرگوں کو خاص تعارف حاصل ہے - مفتوح قوم کی نبض کو دیکھا اور خدائے بزرگ وبرتر کی حکیمانہ ہدایت اور اپنے مکاشفات غیبی کی رہنمائی میں ایک عرفانی مرکز کی تاسیس کی تجویز کی -

سب سے پہلے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ میدان میں آئے اور انھوں نے حکیمانہ اسلوب پر اس عرفانی درسگاہ (دارالعلوم دیوبند) کی بنیاد ڈالی -

شمس الاسلام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ اس امر عظیم میں اُن کے رفیق اعلیٰ ثابت ہوئے اور اس کی ترقی وپیشرفت میں پورا پورا حصہ لیا - یہاں تک کہ بعد وفات حضرت بانی رحمہ اللہ زندگی بھر اس درسگاہ کے سرپرست اور مربی رہے -

چونکہ اس درسگاہ کی تاسیس روحانیت - خلوص - اور ایثار پر تھی - اس لئے وہی مدرسہ جو اولاً ایک معمولی مکتب تھا - ابتدائی مدرسہ بنا - مدرسہ سے مدرسہ عالیہ ہوا اور مدرسہ عالیہ سے دارالعلوم یعنی ایک مذہبی دارالفنون بنگیا - جس کا فیض عالم اسلامی کے گوشہ گوشہ میں پھیل گیا - اُس کی فیض رسانی عام کے دنیا میں چرچے ہونے لگے - اور اس کی خداداد مقبولیت کے سبب عالم اسلام سے اس کی طرف رجوع عام شروع ہو گیا -

دارالعلوم کی حیثیت

میں نے عرض کیا ہے کہ دارالعلوم کا نظام اور اس کی حیثیت ایک سلطنت کے نظام کی مانند ہے میں چاہتا ہوں کہ والاحضرت کے سامنے اُس کی انتظامی حیثیت کے متعلق نکات ذیل پیش کرنے کی

سعادت حاصل کروں۔

(۱) دارالعلوم کی ایک مجلس شوریٰ مجلس اعلیٰ کے نام سے قائم ہے جس میں قریب قریب ہر صوبہ کے فعال رجال کار امراء اور علماء و مشائخ ہیں جن کے مشورہ سے دارالعلوم کا قانونی نظام ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔

(۲) اس مجلس کے ماتحت دارالعلوم کی ایک انتظامی کونسل بنام مجلس انتظامیہ قائم ہے جو دارالعلوم کے طلبہ۔ اساتذہ۔ دفتری اداروں اور کارکنوں کے لئے مجلس اعلیٰ کی طرف سے نگراں اعلیٰ کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۳) مجلس اعلیٰ نے عمومی انتظامیات کیلئے ایک باختیار اور مرکزی دفتر ادارہ اہتمام کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ جو ایک سو سے زائد دفتری کارکنوں (کاتبوں اور مرزاؤں) اور معلموں اور پندرہ انضباتی شعبوں پر ضبط و تصرف رکھتا ہے۔ ان شعبوں کے دفاتر مستقل ہیں اور ہر دفتر کا ذمہ دار ایک مستقل ناظم اور اس کا عملہ الگ الگ ہے۔

ان شعبہ جات میں اہم اور بڑا شعبہ تعلیمات ہے جس کی ایک مستقل مجلس بنام مجلس علمیہ قائم ہے جو تمام تعلیمی تشکیلات کی ذمہ دار ہے۔ نیز شعبۂ تنظیم و ترقی بھی ایک خصوصی شعبہ ہے جو دارالعلوم کے حلقہ اثر کو ہمہ گیر بنانے اور اس کے ہزاروں تعلیم یافتہ ابنائے قدیم کو منظم کر کے دنیائے اسلام کے لئے مفید بنانے میں مصروف ہے۔ اس شعبہ کی بھی ایک مستقل مجلس ہے جو ایک ذمہ دار ناظم اور ماتحت عملہ کے ذریعہ مذکورہ مقصد کی ادارت کرتی ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ دارالعلوم میں اس وقت ایک ہزار پانچسو طلبہ زیر تعلیم ہیں جس میں افغانی طلبہ (افغانستان سرحد اور ماوراء سرحد) کی تخمینی تعداد دو سو پچاس ہے۔

دارالعلوم کے اساتذہ اول درجہ کے علماء ہیں جن کا اثر ہندوستان کے عرفانی مذہبی اور سیاسی حلقوں پر حاوی ہے یہاں تک کہ سرکاری یونیورسٹیاں بھی ان کے علم و فضل کے سامنے سر احترام خم کرتی ہیں۔

دارالعلوم میں ایک عظیم الشان اور منظم کتب خانہ ہے جس میں مختلف علوم و فنون کی پچاس ہزار سے زائد کتابیں نہایت باقاعدگی کے ساتھ جمع ہیں۔

دارالعلوم کا سالانہ میزانیہ (بجٹ) قریب قریب چار لاکھ روپیہ افغانی کے برابر ہوتا ہے۔ دارالعلوم کی تعمیرات ایک وسیع دائرہ میں پھیلی ہوئی ہیں جن کی مالیت کا اندازہ تیس لاکھ روپیہ افغانی کے برابر ہوتا ہے۔

اس دارالعلوم کے ہر سال اوسطاً ڈیڑھ سو طلبہ تک تکمیل علوم کر کے شہادت نامے حاصل کرتے ہیں اور اپنے حلقۂ اثر میں کام شروع کر دیتے ہیں۔

دارالعلوم سے فارغ شدہ دس ہزار اصحاب میں اساتذۂ علم وفن بھی ہیں۔ اور قضاۃ و مفتی بھی مصلحین اور مرشدین بھی ہیں اور مدبرین و مفکرین بھی۔ سیاست داں اور سیاست کار بھی ہیں اور جریدہ نگار بھی وزراء اور امراء بھی ہیں اور مجالس شوریٰ دولتی کے ارکان بھی غرض ہر ہر شعبۂ ملی میں اس کے فیض یافتہ مصروف عمل ہیں۔ دارالعلوم کی مرکزی حیثیت کے ماتحت ہندوستان میں اس کی شاخیں اور اس کے زیر اثر و مسلک مدارس کی تعداد ہزاروں تک پہونچ چکی ہے۔

ہندوستان سے باہر اسلامی ممالک میں بھی اُس کے فضلاء کی تعداد بہت کافی ہے جن میں سے ایک ملک خود افغانستان بھی ہے۔

یہ بات قابل فخر ہے کہ حرمین شریفین (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) میں بھی اس دارالعلوم کے فضلاء تعلیم و تبلیغ اور افتاء و قضاء کا کام کر رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ اس دارالعلوم نے اپنی پچھتر سالہ زندگی میں وہ حیرتناک خدمت کی ہے جس کی نظیر آج تمام دینی ادارے ملکر بھی پیش نہیں کر سکتے ہیں۔

اس لئے یہ دارالعلوم آج تمام دنیائے اسلام میں مذہبی مرکز تسلیم کر لیا گیا ہے۔ جس کا اثرات نہایت دور رس ہیں اور اگر اس کے اثرات سے ہوشمندانہ کام لیا جائے تو وہ تعلیمی دنیا میں بڑے سے بڑے مراحل طے کر سکتا ہے۔

دارُالعُلوم کی داخلی سیاست

جب تک یہ دارالعلوم مکتب ابتدائی یا مدرسہ رہا اُس وقت تک اس کی سیاست یہ رہی کہ وہ ہر ملک کے طالب علموں کو قبول کرے مگر مالی تعلقات کی مساعی کو ہندوستان تک محدود رکھے پھر ہندوستان میں بھی غریب غریب اور متوسط طبقوں کے سامنے ضروریات کے اظہار اور مالی اپیل کو مقدم سمجھے۔ چنانچہ اس کے ابتدائی دور میں غریب طبقوں کا ایک ایک اور دو دو پیسہ ہی چندہ آتا رہا ہے۔

اس کے بعد جب اس کے حلقہ اثر میں وسعت اور طلباء کے ہجوم میں روز بروز افزونی ہونے لگی جس سے مصارف میں قدرتاً زیادت پیدا ہوئی تو اس نے متمول طبقہ کی طرف رُخ کیا اور صرف

ہندوستان کی ریاستوں اور رئیسوں سے اپیل کرنا منظور کیا۔ ادھر علم دوست امرا نے بھی اس اپیل کا پرتپاک خیر مقدم کیا چنانچہ ہمارے ملک کی اسلامی ریاستوں سے دارالعلوم کے مخصوص روابط وتعلقات وابستہ ہیں۔

ریاست عالیہ حیدرآباد دکن۔ ریاست اسلامیہ بہاولپور۔ ریاست بھوپال۔ ریاست کرنال، ریاست چھتاری۔ ریاست قلات (بلوچستان) وغیرہ سے روابط حسنہ مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں اور بہتر سال سے دارالعلوم نے اپنا ارتباطی قدم اپنے ہی ملک کے حلقہ تک محدود رکھا ہے۔ اور خارج ہند کی طرف نظر نہیں اٹھائی۔ ہاں اگر خود سلاطین اسلام نے دارالعلوم کی طرف توجہ فرمائی تو اس کو بخوشی قبول کرلیا گیا۔ مثلاً قائد غیور حضرت علامہ سید جمال الدین رحمۃ اللہ کی توجہ دہانی سے خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالحمید خاں مرحوم والئ ٹرکی نے دارالعلوم کی اعانت فرمائی یا مثلاً خلیفۃ المسلمین سلطان محمد رشاد خاں نے دارالعلوم کے لئے بعض کتب دینیہ اور بعض تبرکات نبوی دے کر اپنے سفیر خلیل خالد بک مقیم ہندوستان کو دیوبند بھیجا۔ مگر یہ سب کچھ دارالعلوم کی کسی اپیل پر نہیں ہوا۔ ممکن تھا کہ اگر اس پچہتر سالہ زندگی میں دارالعلوم سلاطین اسلام کی طرف توجہ کرتا تو امید سے بڑھ کر اُسے کامیابی ہوتی اور عرفانی روابط کا یہ سلسلہ ایک درجۂ عظیم پر پہونچ جاتا۔

لیکن آج جبکہ دارالعلوم نے عالم اسلام میں ایک مرکزی جامعہ کی حیثیت اختیار کرلی۔ اُسکے روابط کا سلسلہ مشرق ومغرب کے آفاق تک پھیل چکا ہے۔ ممالک اسلامیہ میں اس کے تلامیذ منتشر ہوچکے ہیں۔ اور ساتھ ہی حالات کے اچانک کروٹ بدل لینے سے پوری دنیائے اسلام کو ارتباط باہمی کا شدید احساس ہو رہا ہے۔ دارالعلوم کو بھی ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ اپنی علمی رُو کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے اور اپنے علمی وتعلیمی اثرات کو عالم اسلام میں بیش از بیش طریق پر عام کرنے کے لئے دُوَل اسلامیہ کی طرف اپنے خصوصی روابط کا ہاتھ بڑھائے اور ایسے وسائل پر غور کرے جس سے وہ بجائے خود دنیائے اسلام کی علمی ضرورتوں کو پورا کرسکے۔

تمام دُوَل اسلامیہ میں چونکہ دولت علیہ افغانستان ہندوستان کی ہمجوار اور قابل فخر اسلامی دولت ہے۔ نیز خاندان شاہی کے سربرآوردہ بزرگوں کو دارالعلوم کے مؤسسین اور اکابر سے براہ راست مخصوص ربط وتعلق رہا ہے۔ چنانچہ والاحضرت کو سب سے زیادہ علم ہے کہ اس مبارک خاندان کو علاوہ اپنی مادی اور ظاہری قوتوں اور اپنے خاندانی جاذب قلوب اخلاق وشرافت کے بزرگان دیوبند کی قوی روحانی توجہات اور مقبول ومستجاب دعاؤں سے پوری پوری امداد ملی ہے جس کا

ظہور آج کے لیل و نہار میں روز روشن کی طرح واضح ہے۔ اس لئے ہر واقف حال "آل قاسم" اپنے آپ کو موجودہ شاہی خاندان سے مربوط تصور کرتا ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ خدام جامعۂ قاسمیہ دارالعلوم دیوبند اس قدیم خاندانی اتحاد کی وجہ سے دولت عالیہ اسلامیہ کے ساتھ پہلے سے زیادہ وابستہ ہو گئے ہیں اور والاحضرت کی خاندانی ترقی کو خود اپنی ترقی تصور کرتے ہیں۔ اس لئے دارالعلوم کی مجلس عالیہ انتظامیہ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں بطور خود والاحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مبادلۂ افکار کی سعادت بھی حاصل کروں اور چند بے غرضانہ استدعائیں بذیل تحریر بھی عرض کروں۔

استدعائے بے غرضانہ

شکر خدائے بزرگ و برتر کہ دارالعلوم دیوبند اپنے مالیاتی نظام کے اعتبار سے ایک ایسا محکم ادارہ ہے جس کی غرض کا دامن ہندوستان میں حکومت وقت کی خواہش کے باوجود کبھی نہیں پھیلا حکومت نے لاکھوں روپیہ کی پیشکش کی مگر دارالعلوم نے ہمیشہ اپنی خودداری کی حفاظت کی آج جبکہ میں دارالعلوم کی علمی نمائندگی کر رہا ہوں۔ اصلاً اور اساساً یہ مقصود نہیں ہے کہ حکومت افغانستان سے کوئی عظیم مالی یا مادی امداد کے حصول کی کوشش کی جائے۔ شخصاً میری افتاد طبع اور دارالعلوم کے اعضاء کار کا طریق کار مادی اُمور سے بلند و بالا رہا ہے اور دارالعلوم کے عظیم میزانیہ کا دار و مدار اُس کے بانی کی وصیت کے ماتحت ہمیشہ توکل پر رہتا آیا ہے اور اسی لئے دارالعلوم کے مخلص اور بے غرض کارکنوں کا تعامل اور مطمح نظر کا سنگ بنیاد آج تک اس اصول پر قائم رہا ہے کہ۔

ع خدا خود میر سامانست ارباب توکل را

اس لئے میری اس سعی کا انتہائی اور بنیادی نقطہ مالیات کا سوال نہیں اور نہ اس کے لئے یہ صعوبت افزا سفر گوارہ کیا گیا ہے بلکہ میرا مخلصانہ نقطۂ نظر ذیل کی چار دفعات میں یہ ہے۔ کہ

(۱) اس قدیم اتحاد کو بے لوث اور بے غرضانہ طریقے اور عرفانی اساس پر ترقی پذیر صورت میں باقی رکھا جائے۔

(۲) والاحضرت معظم اور دولت علیہ کے عرفان مآب اولیاء امور کے لئے ایسا موقعہ فراہم کیا جائے کہ وہ دارالعلوم جیسے مرکزی اور علمی ادارہ سے براہ راست تعارف حاصل کر سکیں۔

(۳) دارالعلوم افغانستان اور دارالعلوم دیوبند کے عرفانی روابط کو محض تعلیمی مقاصد کے لئے اس طرح ترقی دیجائے جس سے دارالعلوم کے اولیاء امور افغانستان اور دنیائے اسلام کی تازہ ترین

علمی ضروریات کا براہ راست اندازہ کرسکیں۔ اور اس اندازہ کی روشنی میں آج کے تبدیل شدہ حالات میں ایسے علماء تیار کرسکیں جو وقت کی مقتضیات کو پیدا کرنے میں دنیائے اسلام کی آزاد حکومتوں کے مقصد و منشاء کے ساتھ پورا پورا تعاون کرسکیں۔ اور سلطنت کے مخلص رجال کار ثابت ہوں۔

(۲) اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ والاحضرت کی رسمی رہنمائی اور توجہات کے زیر اثر خود افغانستان کی جدید علمی ترقیات متوقعہ ضروریات اور مکاتب عرفانی کے معائنہ اور اکتساب نظر و فکر کا موقعہ دیا جائے تاکہ ملتہ افغانیہ کے عرفانی تصورات کا اصلی خاکہ میرے سامنے آجائے اور دارالعلوم دیوبند کے آئندہ پروگرام اور بالخصوص افغانی طلبہ کی تربیت میں مشعل راہ بن سکے۔

والاحضرت — مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ ایک طرف دنیائے اسلام کی آزاد اور مستقل حکومتوں میں افغانستان ہی وہ دولت ہے جس نے اپنے پورے حلقہ اثر میں اسلامی شوکت اور اثر و نفوذ کو باقی رکھا ہے اور دوسری طرف دارالعلوم دیوبند ہی وہ مہم ادارہ ہے جس نے اسلامی روح کی حفاظت کرنے میں پوری تنظیم اور جرات سے کام لیا ہے۔ اس لئے ان دونوں اسلامی مرکزوں میں باہمی روابط کا استحکام جس درجہ ضروری ہے اسی درجہ تمام عالم اسلامی کے لئے بہر نہج مفید اور نتیجہ خیز بھی ہے اور جس کا نفع مآل کار افغانستان کے اذکیاء امت اور روشن ضمیر علماء کی صورت میں خود افغانستان ہی کی طرف لوٹ آئے گا۔

اس جدید ارتباط کے ماتحت جہاں دارالعلوم دولت علیہ کے مشورہ کی روشنی میں ملت افغانیہ کے لئے خدمات پیش کرے گا وہیں دولت علیہ کی طرف سے اُس کے مناسب شان اگر دارالعلوم پر ایسی خصوصی توجہات مبذول ہوں جو ان عرفانی روابط کے اظہار و بیان اور اس قسم کے روابط حسنہ کے دوامی تحفظ کی پرشرف اساس ہوسکیں۔ تو دارالعلوم نہ صرف اُنہیں قبول ہی کرے گا بلکہ اپنے لئے باعث شرف و اعزاز اور اُن روابط کے بقاء و استحکام کے لئے ضروری اور موزوں سمجھے گا۔

میں ان مختصر مگر جامع مقاصد کی عرضداشت کو خدمت گرامی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے معروضات بالا کو والاحضرت معظم کے پرشرف واسطہ سے اعلیحضرت ذات شاہانہ ہمایونی فرمانروائے دولت مستقلہ افغانستان خلد اللہ ملکہ وشوکتہ کی بارگاہ خسروی میں بھی تقدیم کرنے کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

آخر میں ختام کلام پر میری دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ عموماً مسلمانان عالم اور خصوصاً مسلمانان ہندوستان کے اس دولتی سہارے کو جس کا نام دولت علیہ افغانستان ہے تا ابد قائم و دائم رکھے اور موجودہ فرمانروا

خاندان کے زیر سایہ اُس کی ترقیات روز افزوں ہوں اور یہ دولت ہمیشہ اپنی ترقی پذیر جاہ و جلال سے اسلام اور مسلمانوں کے لئے پناہ اور اُن کی شوکت و قوت کی مستحکم اساس ثابت ہو۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ زیادہ احترامات فائقہ۔

احقر العباد

محمد طیب غفرلہٗ مہتمم (رئیس عمومی) دارالعلوم دیوبند نبیرہ حضرت قاسم العلوم والخیرات

مولانا محمد قاسم قدس سرہٗ بانی دارالعلوم

۱۰ سنبلہ ۱۳۱۸ھ شمسی مطابق ۱۷ رجب ۱۳۵۸ھ موافق ۲ ستمبر ۱۹۳۹ء (یوم یکشنبہ)

تحریر مذکور کو والا حضرت نے اُسی مجلس میں بموجودگی احقر پڑھا اور بہت زیادہ متأثر ہوئے۔ فرمایا کہ حقیقتاً دیوبند نے عالم اسلام کی جو ستھری خدمات انجام دی ہیں ان سے کسی حالت میں بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ فرمایا کہ میں اس تحریر کو حضور شاہی میں ضرور پیش کرواں گا۔ اس کے بعد ہم لوگوں کو والا حضرت نے کھانے کے کمرہ میں چلنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ کھانے پر وزیر صاحب معارف سردار محمد نعیم خاں اور وزیر صاحب مالیہ بھی مدعو تھے۔ چنانچہ اولاً دونوں وزراء اس ہال میں پہونچے صدر اعظم صاحب نے میرا ان سے تعارف کرایا اور ان الفاظ کے ساتھ کہ یہ وہی ہیں کہ جن کے بزرگوں کی دعاء و توجہ سے ہمیں ملک کی خدمت کی ذمہ داریاں ملی ہیں دسترخوان پر بھی دارالعلوم اور تعلیمی مقاصد پر گفتگو جاری رہی جس کی تفصیلات درج سفرنامہ ہیں اسی دوران میں صدر اعظم صاحب نے وزیر صاحب معارف سے جو اُنکے حقیقی بھتیجے ہیں فرمایا کہ تم مہتمم صاحب سے بار بار ملو اور تعلیمی سلسلہ میں باہمی بحث مباحثہ کے بعد نقطۂ واحد پر پہونچنے کی کوشش کرد۔ رخصت ہوتے ہوئے فرمایا کہ میں ایک دفعہ پھر آپ دیکھنا چاہتا ہوں اور وقت دوں گا۔

اب تک یہ تعارف محدود تھا جو حکومت کے حلقہ میں ایک دو مرکزی ذمہ داروں سے ہوا۔ حلقہ حکومت یا ملت میں کسی عمومی تعارف کی صورت ابھی تک نہ تھی لیکن اس کے بعد خدا ساز صورت یہ پیش آئی کہ کابل کی سب سے اونچی علمی سوسائٹی نے (جس کو انجمن ادبی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جس کے ارکان عموماً پانچ پانچ اور چھ چھ زبانوں کے جاننے والے عصری فنون کے ماہر اور ادیب و مصنف ہیں) احقر کو کابل کے ایک ہوٹل میں شاندار عصریہ (ٹی پارٹی) دیا۔ جس میں اعلیٰ حکام۔ مدیران جرائد و رسائل. علماء. امراء وغیرہ مدعو کئے گئے۔ چونکہ یہ سوسائٹی حکومت کا دست و بازو ہے اس لئے

اُس کی قوت و شوکت عام انجمنوں اور سوسائیٹیوں سے بہت زیادہ ہے اس کے تمام مصارف حکومت ہی اٹھاتی ہے۔ اس پارٹی کے مصارف بھی حکومت ہی نے برداشت کئے۔ عصر سے کچھ قبل ہم ہوٹل کابل میں پہونچ گئے۔ مدیر صاحب انجمن ادبی نے جو شاہی خاندان کے رکن ہیں مع اپنے قابل اسٹاف کے ہمارا خیر مقدم کیا۔ مجمع ہو چکا تھا۔ چاء اور نماز عصر سے فارغ ہو کر مدیر صاحب کھڑے ہوئے اور انھوں نے احقر کے متعلق وقیع الفاظ میں تعارف کرایا۔ تعرفی تقریر کے اختتام پر مجھے ارشاد ہوا کہ میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کروں چنانچہ احقر نے اس مجمع میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی جو چند علمی مباحث مثلاً قرآن کریم کی امامت۔ اس کا جامع علوم ہونا۔ اسلامی مرکزیت، مسئلہ امامت و امارت موجودہ افغانستان کی ترقیات علماء اسلام اور نو تعلیمیافتہ جدیدیوں میں باہمی اتحاد کی دعوت۔ اور اخیر میں دارالعلوم کے تعارف اپنے سفر کے مقصد اور افغانستان کی اُس حالت سے متعلق جس کو میں ان چند دن میں محسوس کر سکا تھا۔ چند اصلاحی نکات پر مشتمل تھی۔ پوری تقریر فارسی میں ہوئی جس کا ترجمہ ابھی تک نہیں کیا جا سکا ہے۔ اس لئے سفرنامہ میں اصلی الفاظ کے ساتھ بالتفصیل درج ہے۔ بحیثیت مجموعی اُس تقریر نے قلوب میں غیر معمولی اثر کیا۔ فاضل مدیر انیس نے اسی مجمع میں کھڑے ہو کر کہا کہ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ افغانستان کی تاریخ میں اس نوع کی فاضلانہ تقریر اب تک نہیں ہوئی تھی جس میں علماء اور نوجوان تعلیمیافتہ طبقہ نے یکساں اثر قبول کیا ہو۔ قاضی صاحب مرافعہ نے فرمایا کہ اس تقریر نے نوجوانوں کو قرآن حکیم کے قدموں میں لا گرایا ہے۔ بہرحال اس کا اثر یہ ہوا کہ عام کابل کے علمی حلقوں میں اس تقریر اور دارالعلوم کا چرچا شروع ہو گیا۔ بہت سے وہ لوگ جو اس جلسہ میں شرکت نہ کر سکے تھے قیامگاہ پر آ آ کر اظہار رائے اور عدم شرکت پر افسوس کرتے تھے۔ یہ تقریر والاحضرت صدر اعظم صاحب و وزراء اور اعلیحضرت ذات شاہانہ تک بھی پہونچی۔ نیز چونکہ ہال کی گیلریوں میں متعدد یورپین سفارتوں وغیرہ کے ارکان و افراد وغیرہ لوگ بھی جمع تھے اس لئے ان میں بھی گونہ تعارف خود بخود ہو گیا جو غیر ملکی زبانوں کے کالجوں اور مکاتب کے معائنہ کے وقت کار آمد ثابت ہوا۔

ان اثرات کو کابل کے مؤقر جریدہ انیس نے پشتو زبان میں شائع کیا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

دارالعلوم دیوبند

جناب مولانا محمد طیب خاں مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب کے

صاحبزادے اور حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم کے پوتے رجب کے مہینہ میں سیاحت کی غرض سے کابل تشریف لائے۔

والاحضرت اشرف صدر اعظم صاحب اور جناب وزیر صاحب معارف کے حضور سے مشرف ہوئے جناب مہتمم صاحب قرآن کے حافظ دانشمند۔ اور علوم اسلامیہ کے جامع عالم ہیں۔ آپ کی تشریف آوری کی تقریب پر کابل کے انجمن ادبی اور افغانستان کی جمعیۃ العلماء اور مرکز کے باقی اہل فضل نے اکرام و اعزاز کی دعوتیں دیں۔ جناب مہتمم صاحب جو ایک بہت ہی لائق اور فصیح ادیب ہیں۔ اپنے داماد جناب مولانا حامد انصاری غازی مدیر الجمعیۃ دہلی کے ساتھ جو ایک لائق اور فاضل نوجوان ہیں اور جناب مہتمم صاحب کی معیت میں تشریف لائے تھے۔ اور ان سب مجالس میں موجود رہے۔ سب ساتھ ہندوستان کو واپس ہوئے۔

جریدہ انیس ۲۳ رمضان

۲۹ عقرب

اسی دوران میں جمعیۃ العلماء نے رسمی دعوت دی جس میں مرکزی عمائد کو جمع کیا گیا جیسے جناب قاضی صاحب مرافعہ۔ حضرت علامہ سید مبشر اللہ طرازی مشہور مجاہد۔ حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب اور رئیس صاحب دارالعلوم کابل وغیرہ اس جمعیۃ نے احقر کو فارسی میں ایک سپاسنامہ دیا جس میں گرمجوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا تھا جو بجنسہ درج ذیل ہے۔

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات علماء کرام

ہمہ ما یاں بچشم سر مشاہدہ می کنیم کہ در ماضیٔ قریب وطن محبوب ما (افغانستان) و ملت عزیز ما (افغانیان) در چارہ خیلے سیاہ نامرادی افتیدہ یک مصلح بزرگ اسلامی محتاج بودہ اند ناگہاں یک فرد خیلے نجیب و نادر زماں اعلیٰحضرت شہید محمد نادر خاں مرحوم درعین وقت بدرد امۃ مرکزیہ و افغانی رسیدہ آنرا بوتیعت بلندش رسانید و باز افغانستان را یک مرکز وسطیٔہ عالم اسلام قرار دادہ تا آنکہ امروز ہمہ نعمت ترقیات مادی و معنوی و دینی و ریحانی لاریب ثمر شیریں شمشیر براں اعلیٰحضرت شہید مرحوم است۔ ازاں است کہ امروز مسلمانان اکناف عالم بطرف آں بنظر محبت و حرمت نگریستہ با دے علاقہ مخصوص خویش را ابراز می فرمایند۔

اثر محض محبت عام ایمانی بخاک پاک افغانستان است که ما در مرکز اسلامی خویش بل در وسط مجلس خود حضرت فخر الافاضل خادم العلم والعلماء ذات ستوده صفات مولانا الحاج القاری محمد طیب صاحب مہتمم و رئیس عمومی دار العلوم جامعۂ قاسمیہ دیوبند را صدر نشین می بینیم۔

حضرات! دار العلوم مرکزیہ دیوبند یک مرکز عرفانی عدیم المثال است کہ امروز عالم اسلام عموماً و امم اسلامیۂ مشہورۂ آسیا و افریقہ دارد یا خصوصاً از پیش کردن نظیر آن عاجز اند این مرکز عرفانی عموماً ہمہ عالم اسلام را و بالخاصہ مرکز اسلامی مملکت افغانستان را از معارف و ہدایات ربانی بدرجۂ کافی سیراب نمودہ است امروز یقیناً اسم علوم اسلامی و معارف قرآنی از صفحہ دنیا محو شدہ می بود اگر این دار العلوم در حفظ و انتشار آنہا صرف غیرت نمی نمود۔

علت کامرانی درخشان این دار العلوم ایمانی ہمانا فراست و غیرت عظیم القدر و بے ریائی و خلوص و ایثار بلند مجاہد غیور امت اسلامیہ وارث انبیاء آیۃ من آیات اللہ حضرت شمس الاسلام مولانا محمد قاسم صدیقی نور اللہ مرقدہٗ میباشد کہ بانی و موسس این موسسہ نیرنی باشند۔ سپس ہمت و خدمت حضرت شیخ زماننا سلطان العلم مرشد اتقیاء حضرت مولانا رشید احمد انصاری گنگوہی میباشد کہ بعد از رحلت بانی اش دست سرپرستی را بر سر این دار العلوم نہادہ فیوض عرفانی آن را عام نمودند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حضرت مولانا المہتمم صاحب با عرفان بلند و خدمات ستودہٗ کہ درین جہاد عرفانی قاسمی نمودہ اند نبیرہ قطب زمان حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ بانی و موسس مرکز مذکورہ بودہ برائے عام مسلمانان عموماً و برائے جماعت علماء خصوصاً خیلے خیلے واجب الاحترام میباشد۔ و ما بقناعت قلبی گفتہ می توانیم کہ اسلامیان ہند پیش ازین در مملکت ما چنین یک شخصیت خیلے محترم را نفرستادہ اند ما بہ خدام مرکز عرفانی، دار العلوم مرکزی دیوبند بفرستادن مومیٰ الیہ ہدیہ تشکرات و امتنان خویش را تقدیم می نمائیم و تمہید خوش بختی طرفین را امید انیم کہ بہ ہمچو رجل مرکزی در مرکز دار الاسلام افغانستان شرف خطاب داریم۔

قدوم حضرت مہتمم صاحب از طرف مرکز عرفانی اسلامی ہند بمرکز طبیعی دار الاسلام افغانستان اولین قدم مبارک است کہ از طرف معارف آزاد مسلمانان ہند برداشتہ شدہ ما برکات متوقعۂ آنرا از درگاہ حضرت اقدس قادر متعال خواہانیم۔

ما مسعود دیم کہ خاندان نجیب شاہی ما بہ مؤسسین و بزرگان دارالعلوم دیوبند چوں از قدیم ربط روحانی واخلاص قلبی داشتہ از ایشاں اجنبی نمی باشد البتہ از دیاد روابط عرفانی ایں ہردو مرکز ہائے اسلامی در روابط روحانی مذکورہ استحکام مزید سے بعمل آوردہ درراہ خدمات مزید شایانے کہ برائے طرفین درراہ معارف وتعلیمات ناگزیر و لازم ہستند تسہیلات پیدا خواہد کرد۔

این است کہ جمعیۃ العلماء افغانستان بہ اقتضاء حکومت عرفاں مآب وعلم پرور خویش حضرت مہتمم صاحب را اہلاً وسہلاً وصد مرحبا گفتہ برایں ورقہ خوش آمدید خود را بہ تشکرات حکومت اسلام پناہ الامیر متوکل علی اللہ اعلیٰحضرت محمد ظاہر شاہ فرمانروائے دولت مستقلہ افغانستان والاحضرت افخم سردار محمد ہاشم خاں صدر اعظم ایں دارالاسلام ختام می دہد کہ باحضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند از در خیلے احترامکارانہ درآمدہ باب وداد عرفانی را در بین برادران اسلامیان ہندوستان وامۃ ایمانیہ افغانستان افتتاح فرمودہ اند۔

الٰہی ایں دولت متوکل را کامراں داریں واشتہ بتوفیقات خدمات مزید شاندار عرفانی اسلامی سرفراز فرما آمین۔

شرح دستخط ارکان جمعیۃ العلماء افغانستان

عبدالخالق صدیقی مشرقی۔ فضل ربی عفی عنہ پکھلوی۔ محمد زاہد عفی عنہ نعمانی۔ عبدالملک عفی عنہ شنواری۔ قاضی عبداللہ عفی عنہ فراہی۔ محمد بہرام قندہاری۔ عبدالعلی عفی عنہ خوگیانی مشرقی۔ محمد طالب عفی عنہ تگابی شمالی۔ محمد عثمان عفی عنہ زاری ترکستانی۔ نصراللہ عفی عنہ میدانی۔ وملا سلیمان قل یمنی۔ عبدالواحد عفی عنہ خان آبادی۔ ملا بزرگ کفیل جمعیۃ العلماء تگابی شمالی۔

اس کے جواب میں احقر نے تقریر کی جس میں سپاسگذاری کا فریضہ ادا کرنے کے ساتھ اپنی پوزیشن اور جمعیۃ العلماء کی پوزیشن پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ اور علماء ملک کی اس گرمجوش پذیرائی کو وسیلۂ نجات سے ظاہر کیا گیا تھا۔ بنظر تطویل اس تقریر کو ان اوراق میں نہیں لیا گیا یہ مفصل تقریر سفرنامہ میں درج ہے۔ اور ابھی تک فارسی سے اردو میں اُس کا ترجمہ بھی نہیں کیا جا سکا ہے۔ اس کے بعد رئیس صاحب دارالعلوم کابل جو ملاقات کے لئے قیامگاہ پر آئے اور دارالعلوم کابل میں آنے کی دعوت دی

جو منظور کر لی گئی - یہ دار العلوم ایک شاندار مذہبی ادارہ ہے - جس میں دینی علوم و فنون کی تعلیم ہوتی ہے - اس ادارہ کے متعدد مدرسین فضلاء دیوبند ہیں جیسے مولانا غلام نبی صاحب وغیرہ - یہ دار العلوم بھی وزارت معارف کے ماتحت ہے - مقررہ وقت پر ہم لوگ پہونچے دار العلوم کے طلبہ نے پُر جوش استقبال کیا - جنہیں دو قطاروں میں ترتیب کے ساتھ کھڑا کیا گیا تھا - لباس سب کا ایک تھا - سیاہ جُبے اور سفید عماموں میں تمام طلبہ ملبوس تھے جو دار العلوم کا مخصوص لباس قرار دیا گیا ہے - مدرسین کی قطار الگ تھی صحن دار العلوم میں اجتماع ہوا اور دار العلوم کے طلبہ کی طرف سے عربی زبان میں ایک سپاسنامہ دیا گیا جس کو طلبہ ہی کے حلقہ کے ایک منتہی فاضل نے پڑھ کر سنایا - جس میں دار العلوم دیوبند اور دار الاسلام کابل کے عرفانی اتحاد کا پر جوش طریق پر خیر مقدم کیا گیا ہے اور اس پر اظہار مُسرۃ کیا گیا ہے کہ بزرگان دیوبند کا یہ قدیم مقصد جس کی اُنھیں ہمیشہ تمنا رہی اس دور میں آکر پورا ہوا - سپاسنامہ بجنسہ درج ذیل ہے -

وَبِهٖ نَسْتَعِيْنُ

الحمد للّٰہ الذی خلقنا من نفس واحدۃ ودعانا الی کلمۃ طیّبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلها ثابت وفرعها فی السماء وجعل المؤمنین کالبنیان یشدّ بعضهم بعضا وجعل الارواح جنودا مجنّدۃ فیستانس ویتألف بعضهم بعضا ونصلی علی محمد الذی جمع شمل الخلائق بعد التفرق والشقاق وشدّد الحبل المتین الموجب للاتحاد والاتفاق ونصلی ونسلم علی آلہ واصحابہ الذین جل مساعیهم اقامۃ الاخوۃ الاسلامیّۃ فی اکناف العالم وارجائه

اَمَّا بَعْدُ فمرحبا بکم یا اخنا العزیز وضیفنا الکریم واهلا وسهلا حبیبنا وشفیقنا انّا نحن معاشر الحکومۃ الاسلامیّۃ الافغانیّۃ لمسرورون بقدومکم المیمون وورودکم المسعود سرورا یبقی اثره ابد الآباد فبارک اللّٰہ لنا ولکم وکیف لا نکون مبتهجین ومبتسمین ومفتخرین بعزّ قدومکم وهذا ادلّ دلیل وافصح ناطق للسعادۃ الدینیّۃ والدنیویّۃ للملّۃ الهندیّۃ والملّۃ الافغانیّۃ وحجۃ ساطعۃ لازدیاد الاتحاد وتقویۃ الاخوۃ الاسلامیۃ بین الفریقین وما هذا اول برکتکم یا آل القاسم فانکم واسلافکم نشرتم علوم ابی القاسم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فی الملّۃ الافغانیّۃ بل فی مشارق الارض ومغاربها کلها

وحکومتنا العطوفة الحنونة علی العلوم والعلماء ولا تخفی علیه محبتکم
وامتنانکم ونحن ممتنکم جزاکم الله خیر الجزاء فالحق والحق نقول ان هذا
الارتباط کان اقصی مایتمناه اسلافنا واسلافکم فلم یتیسر لهم
فوجب الشکر علینا معشر العلم والعرفان وعلیك یا عزیزنا ومحترمنا
وشفیقنا ان حصل بیمن مساعیك هذه المنقبة العلیة والسنة
السنیة ونحن عصبة العلماء لانقدر اداء شکرکم وشکر قائد حکومتنا
الا بالدعاء والتضرع الی جناب الباری تعالٰی شانه وجلت قدرته
ان یدیم هذا الارتباط والاتحاد بیننا وبینکم باسمه الذی اذا
سئل به اجاب وباسمه الذی اذا سئل اعطی ؛ وآخر دعوانا
ان الحمد لله رب العلمین وسلام علی عباده الذین اصطفٰی فقط

حررہ غلام نبی المدرس بدار العلوم فی کابل صانه الله عن الحوادث والزلازل

اس سپاسنامہ کے جواب میں احقر نے تقریر کی جو دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم کابل میں علمی روابط کے قیام کی تحریض پر مشتمل تھی جس میں کارکنان دارالعلوم کا شکریہ ادا کیا گیا تھا یہ جوابی تقریر بجنسہ سفرنامہ میں محفوظ رہی بخوف تطویل اس مختصر روداد میں نقل نہیں کی گئی۔

اس دوران میں والاحضرت صدر اعظم صاحب نے دوبارہ ملاقات کا شرف بخشا اور دو گھنٹہ ملاقات جاری رہی۔ پہلی ملاقات میں وزیر صاحب معارف نے جو ایک نوجوان قابل اور پیرس کے تعلیم یافتہ ہیں۔ مذہبی طبقہ کی روش پر مخلصانہ تنقید اور مذہبی مدارس کے نصاب پر چند برمحل شکوک کا اظہار فرمایا اور اس کا شکوہ شدومد سے کیا تھا کہ علماء اسلام دولتی اور سلطنتی امور پر دسترس نہیں رکھتے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی تربیت ایسے انداز پر مبنی نہیں ہوتی کہ وہ ملکی ادارۃ میں حصہ لے سکیں اس سلسلہ میں ان شکوک کے جوابات عرض کئے گئے نیز موجودہ اور نصاب دینیات کو ایک بنیادی نصاب ثابت کرتے ہوئے اس سے بھی انکار نہیں کیا گیا کہ ضروریات زمانہ کی رعایت کے ماتحت اس نصاب میں کمی بیشی کا امکان ہے اور دارالعلوم نے اس طرح کی وقتی مقتضیات اور ان کے ماتحت نصابی تغیرات سے کبھی گریز نہیں کیا ہے اور نہ اب کرنا چاہتا ہے چنانچہ اسی سلسلہ میں وزیر صاحب معارف کے سامنے میں نے ایک تحریر پیش کی جس کا عنوان "معارف امروز و فکر فردا" تھا جس میں تعلیم و تربیت سے متعلق دارالعلوم کے آئندہ تصورات کا کچھ تذکرہ کیا گیا تھا تاکہ ایک ضرورت واقعی کے اظہار کیساتھ

ہم حکومت کابل کی توجہات کو ادھر ملتفت کرسکیں کہ دارالعلوم قومی ضروریات سے نہ کبھی غافل رہا ہے نہ اب ہے اور اس طرح ایک عرفانی رابطہ کی بسہولت بنیاد پڑ سکے جو سفر کا حقیقی مقصد تھا یہ تحریر درج سفرنامہ ہے جس کا اس روداد کے صفحات میں لایا جانا طول سے بھی خالی نہ تھا اور ساتھ ہی اس سے پہلے اس کا اعلان موزوں بھی نہ تھا کہ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ اس کے متعلق اظہار رائے کردے۔ اس تحریر کو پڑھتے ہی وزیر صاحب معارف کا رویہ ایکدم بدلا اور شکوہ سے شکریہ کی صورت میں تبدیل ہوگیا۔ بسیار مبارک۔ بسیار اعلیٰ۔ بسیار بلند وغیرہ کے کلمات سے جناب ممدوح نے بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور فرمایا کہ اگر یہ پروگرام دارالعلوم میں عملاً شروع ہوجائے تو پھر افغانستان کی کمک کو آپ دیکھیں گے کیونکہ روشن فکر علماء کی تیاری خود افغانستان کا بھی ایک اہم مقصد ہے۔

اسی ملاقات میں صدر اعظم صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ اگر آپ اعلیحضرت بادشاہ افغانستان سے بھی ملاقات فرمائیں تو بہتر ہو۔ میں نے عرض کیا کہ یہ آرزو دل میں ضرور تھی مگر زمانہ کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے میں نے اس کی جرأت نہیں کی۔ فرمایا نہیں ضرور ملاقات ہونی چاہیے۔ اور اسی مجلس میں وزیر صاحب معارف کو خطاب فرمایا کہ تم اعلیحضرت سے ملاقات کا وقت مقرر کراکر مہتمم صاحب کو اطلاع دو۔

اس دوران میں وزارت معارف نے کابل کے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے معائنہ کے لئے مجھ سے فرمایا اور پروگرام بناکر باصرار کہا گیا کہ میں ان حکومتی اداروں اور مدارس کا معائنہ کرکے اپنی مفصل رائے بھی حکومت کے سامنے پیش کروں۔ چنانچہ سرکاری طور پر پروگرام تیار ہوا اور وزارت کے معائنوں کا سلسلہ شروع کردیا گیا۔ حبیبیہ کالج سے ابتدا کی جو انگریزی کا کالج ہے۔ پھر استقلال کالج جو فرانسیسی کا ہے۔ پھر نجات کالج جو جرمنی کا ہے پھر ناکولتہ طب جو ترکی کا ہے اس کے بعد ناکولتہ حقوق یعنی لا کالج جس میں قانون پڑھایا جاتا ہے۔ پھر مکتب صنائع اور میخانیکی جس میں صنعت وحرفت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ پھر مطبع عمومی جو سیکڑوں اعلیٰ اور ترقی یافتہ مشینوں پر مشتمل ہے جس میں حروف کی ڈھلائی۔ ٹائپ۔ عکاسی، اور نقاشی وغیرہ کا کام موجودہ دور کی اعلیٰ ترقی یافتہ صورتوں میں ہوتا ہے۔

معائنہ کے بعد احقر نے ان کالجوں پر ایک تفصیلی تبصرہ لکھکر وزارت معارف کے سپرد کیا جس میں اداروں کی واقعی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے بعض ضروری تنقیدات واصلاحات اور بعض مفید تجاویز بھی پیش کیں۔ یہ تفصیلی معائنہ سفرنامہ میں درج ہے جو فارسی زبان میں لکھا گیا تھا۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں حکومت نے بفراخ دلی معائنہ کی تنقیدات کا خیر مقدم کیا۔ اس معائنہ میں عمودی بحث

یہ تھا کہ غیر السنہ کی تعلیم کسی اپنے مستقل اور متوازی عنوان سے نہ دی جائے جو دینیات کے ساتھ ٹکرا جا اور قوم میں مختلف المذاق جتھے پیدا ہو کر قومی تشتت کا باعث بن جائیں۔ بلکہ دینی اور دنیوی تعلیم مشترک طریق پر ہونی چاہئے تاکہ پیدا شدہ تفرق بھی مٹ جائے۔ نیز دینیات کے سلسلہ میں دار العلوم کا نصاب پیش کیا گیا جس کو حکومت نے قبول فرمالیا جیسا کہ بعد کے اخبارات کی خبروں سے معلوم ہوا اور الحمد للہ کہ یہ چیز دار العلوم مرکزی دیوبند اور حکومت افغانستان کے درمیان علمی رابطہ کی استحکام کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

اس دوران میں عالیجناب وزیر صاحب دربار نے جو اعلیحضرت بادشاہ افغانستان کے حقیقی چچا اور خسر بھی ہیں دعوت دی عموماً وزارت دربار کی دعوت اعلیحضرت بادشاہ افغانستان کی طرف سے سمجھی جاتی ہے۔ اس میں پوری جمعیۃ العلماء کو مدعو کیا گیا تھا۔ نیز دار العلوم کابل کے ممتاز اساتذہ۔ اخی معظم حضرت مولانا منصور انصاری اور علامہ سید مبشر اللہ طرازی وغیرہ حضرات مدعو تھے۔ اجتماع تقریباً تین گھنٹہ جاری رہا جس میں مختلف علمی بحثیں ہوتی رہیں اس موقع پر علاوہ علمی مباحث کے احقر کی ایک مستقل تقریر بھی ہوئی جس میں اسپر بحث کی گئی تھی کہ اسلامی حکومت کے آئین وقوانین کا مبنیٰ کیا ہے۔ اسلامی قانون کی نوعیت کیا ہے۔ اور اس قانون کو حقیقی طور پر کونسا طبقہ زیادہ سمجھ سکتا ہے؟ وزیر صاحب ممدوح کافی متاثر اور محظوظ دکھائی دیتے تھے فرمایا کہ آج کی مجلس کے منافع علمی دیکھ کر میں نے ارادہ کیا ہے کہ ہر ماہ اسیطرح علماء کو مدعو کیا کروں گا۔

اس کے بعد علامہ سید مبشر اللہ طرازی نے ایک مجلل اور پرتکلف دعوت دی جس میں بخارا کے شہزادے بھی مدعو تھے۔ اسی سلسلہ میں علامہ موصوف نے ارادہ فرمایا کہ شاہ بخارا سے میری ملاقات کرائیں جو سقوط بخارا کے بعد سے کابل ہی میں پناہ گزیں ہیں۔ چنانچہ علامہ موصوف نے ازخود ہی اسکی سلسلہ جنبانی فرمائی لیکن شاہ بخارا نے یہ کہکر معذرت فرمائی کہ میں جس شان سے جناب مہتمم صاحب کی پذیرائی کرنا چاہتا ہوں آج اُسپر مجھے قدرت نہیں ہے اس لئے میں اُن کی شان سے گری ہوئی پذیرائی نہ اپنے حسب حال سمجھتا ہوں نہ اُن کے مناسب۔

اسی سلسلہ میں عالیجناب قاضی صاحب مرافعہ مولانا قاضی محمد صالح صاحب نے ایک مجلل دعوت دی اور جب تک ہمارا قیام افغانستان میں رہا تقریباً ہر دوسرے تیسرے روز ان کے یہاں سے فواکہہ وغیرہ کے ہدایا آتے رہتے تھے۔ قاضی صاحب ممدوح نے بے انتہا مدارات اور شفقت کا معاملہ فرمایا چنانچہ ازخود ایک دن والاحضرت صدر اعظم صاحب سے ملنے کے لئے گئے اور میرے متعلق جسقدر اچھے کلمات

کہے جا سکتے فرمائے۔ صدر اعظم صاحب نے فرمایا کہ میں بھی انھیں ایسا ہی سمجھتا ہوں اور فرمایا کہ میں جناب مہتمم صاحب کے لئے کچھ کرنے والا ہوں۔ قاضی صاحب ممدوح سے بشارت عظمیٰ سمجھ کر مجھے سنانے کیلئے قیامگاہ پر تشریف لائے اور پورا واقعہ سنایا۔ اُنکا منشاء اپنے تعلق کا اظہار تھا اور یہ کہ جس تعلق کی بنا پر اُنھوں نے بالا بالا بلا میری کسی استمزاج کے سعی کی تھی وہ کامیاب ہوگئی ہے۔ اس وقت تک دارالعلوم کے متعلق کوئی خبر نہ تھی کہ حکومت اُس کی طرف کیا توجہ کر رہی ہے اس خبر سے میری طبیعت پر ایک غیر معمولی بوجھ پڑ گیا کیونکہ اولاً اس وجہ سے کہ اس سفر سے خود اپنی ذاتی اور شخصی منفعت میرے حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھی نیز اس کا اثر دارالعلوم کی منفعت پر برا پڑتا تھا۔ اِس لئے جناب ممدوح کی یہ بشارت جس درجہ ان کے لئے باعث مسرۃ تھی میرے لئے اسی درجہ آزردگی کا سبب ہوگئی چنانچہ میں نے برادرم حضرت مولانا منصور سے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ اگر مجھے اس سلسلہ کی کوئی پیشکش کی گئی تو میں غور کر رہا ہوں کہ کس عنوان سے اُس سے سبکدوش ہونے کی سعی کروں۔ برادر معظم ممدوح نے اس طرف توجہ بلیغ صرف فرمائی جس کا اثر بعد میں ظاہر ہوا اور صدر اعظم صاحب نے اُسے اپنی تقریر میں کھول بھی دیا۔ چنانچہ تیسری ملاقات میں جو وداعی ملاقات تھی فرمایا کہ آپ الحمدللہ مستغنی ہیں۔ دارالعلوم کا مدار توکل پر ہے اُسے بھی خدا کے سوا کسی کی حاجت نہیں لیکن بہرحال حکومت کا فریضہ تھا کہ وہ کم از کم دارالعلوم کے معاملہ میں اپنے فرض کو پہچانتے۔ اعلیٰحضرت بادشاہ نے جو کچھ کمک دارالعلوم کے لئے منظور فرمائی ہے وہ دارالعلوم کی شان سے کم ہے۔ مگر دنیا کے موجودہ حالات میں افغانستان کی ذمہ داریاں جو کچھ اہمیت رکھتی ہیں ان کا بھی آپکو علم ہے۔ میں نے اُس وقت تشکر آمیز تقریر کرتے ہوئے عرض کیا کہ اسلامی افغانستان کی دولت جو کچھ بھی دارالعلوم کو عطا کر رہی ہے وہ اس کے حق میں تبرک اور ایک خالص اسلامی عطیہ ہے جس کی عظمت قلت وکثرت پر نہیں ہے بلکہ اس کی نوعیت پر ہے۔

اسی دوران میں وزیر صاحب معارف کی تحریک پر جس کا تذکرہ آچکا ہے۔ اعلیٰحضرت بادشاہ افغانستان نے ملاقات کا وقت معین فرمایا اور باب حکومت کی طرف سے تحریری اطلاع پہونچی کہ ذات ہمایونی قصر دلکشا میں بعد ظہر آپ کی پذیرائی فرمائیں گے۔

یہ قصر عظیم الشان عمارت ہے جس میں سفراء دُول سے ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ وقت مقررہ پر ہماری موٹر قصر میں داخل ہوئی۔ سرمنشی حضوری افسر تشریفات اور بعض افسران افواج شاہی نے قصر میں ہمارا استقبال کیا اور بالائی منزل میں پہونچایا۔ جہاں شاہی نشست کا کمرہ ہے۔ یہاں پہونچکر سب باہر رہ گئے۔ سرمنشی حضوری نے دروازہ کھولا میں اندر داخل ہوا کہ اچانک بادشاہ سامنے تھے

اور ہیبۃ کذائی انتہائی انتظار کی تھی مجھے دیکھتے ہی اعلیٰحضرت اکدم کرسی سے اٹھے اور لپک کر میری طرف بڑھے محبت سے معانقہ کیا۔ مصافحہ کیا۔ مجھے بٹھلا کر بیٹھے۔ اور فرمایا کہ مجھے عرصہ سے آرزو تھی کہ آپ سے ملاقات کروں۔ لیکن آجکل دولتی امور کی مصروفیات بے حد بڑھی ہوئی ہیں۔ بہرحال آپ کسی غیر جگہ نہیں ہیں آپ اپنوں میں آئے ہیں۔ اگر اعلیٰحضرت شہید حیات ہوتے تو وہ آپ کی قدر پہچان سکتے تھے تاہم میں اُنکی نشانی ہوں اور آپ اپنے بزرگوں کی یادگار ہیں میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔
اس کے جواب میں احقر نے ایک تشکرانہ تقریر کی جس میں جذبات عقیدت تھے۔ جس کا حاصل یہ تھا کہ میں اپنے کو خوش بخت پاتا ہوں کہ آج ایک بادشاہ اسلام کے سامنے حاضر ہو کر نذر عقیدت و اخلاص پیش کر رہا ہوں۔

اعلیٰحضرت ملۃ ہندیہ کو افغانستان سے قدیم رابطہ و تعلق ہے۔ اس ملت میں خصوصاً جماعت دارالعلوم کے جو روابط حسنہ افغانستان اور آپ کے شاہی خاندان سے قائم ہیں وہ روایتی ہیں۔ یہی خصوصی اور عمومی روابط ہیں جو مجھے اس اسلامی دولت کی طرف کھینچکر لائے ہیں۔ اور میں اس پر شکرگذار ہوں کہ اعلیٰحضرت نے مجھے بہ حیثیت نمائندہ جماعت دارالعلوم قبول فرما کر شرف باریابی عطا فرمایا۔ اعلیٰحضرت کی حکومت نے سرحد سے لیکر کابل تک میرے ساتھ جو محبانہ اور برادرانہ سلوک کیا ہے وہ حقیقتاً اعلیٰحضرت ہی کی مشفقانہ توجہات کا ایک مظاہرہ اور الناس علیٰ دین ملوکھم کا مصداق تھا۔

میرے سفر کی غایت و غرض بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ میں دارالعلوم کی علمی برادری کو افغانستان کے علمی اور اسلامی مرکز سے خالص علمی اور تعلیمی ضرورتوں کے لئے وابستہ کروں اور اس حد تک ارتباط پیدا کرنے کی خوشبختانہ سعی کروں کہ وہ عالم اسلام کے لئے بہترین عرفانی نتائج بر روئے کار لا سکے۔

اس پر اعلیٰحضرت بہت زیادہ مسرور ہوئے فرمایا کہ یہ آپکی محبانہ قلب کی قدردانی اور نگاہِ محبت کا اثر ہے کہ آپ کو افغانستان کے تمام معاملات خوشگوار نظر آرہے ہیں۔ آپ ہمارے غریب ملک میں چونکہ نگاہِ محبت لیکر داخل ہوئے ہیں اور محبت کی نگاہ سے کوئی چیز بُری نہیں نظر آتی اس لئے آپ کو ہر چیز بہتر محسوس ہو رہی ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ اس ملک میں بار بار آئیں۔ اعلیٰحضرت نے ازراہ خلوص و تواضع فرمایا کہ گو ہم غریب ہیں مگر عزیز پر مہمانداری بھاری نہیں ہوتی۔ میں نے تشکر آمیز لہجہ میں عرض کیا کہ میں خود آرزو رکھتا ہوں کہ بار بار حاضر ہو کر کسب سعادۃ کروں اور اس کے لئے انشاءاللہ ساعی رہوں گا۔ دوران ملاقات میں میں نے عرض کیا کہ میں نے چند سطریں بعنوان "نذر عقیدت و اخلاص" تحریر کرلی ہیں جو ایک آئینہ کے چوکھٹے میں کی ہوئی ہیں۔ اگر اعلیٰحضرت اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اُنہیں

سُنانے کی سعادت حاصل کروں۔ بعنایت مرحمت فرمایا کہ "بچشم" چنانچہ احقر نے کھڑے ہو کر چوکھٹہ ہاتھ میں اٹھایا جو سرمنشی حضوری کے ہاتھ میں پہنچے موجود تھا۔ مجھے کھڑے ہوتے دیکھ کر اعلیٰحضرت غایت تواضع سے خود ہی کھڑے ہو گئے۔ میں نے عرض کیا کہ اعلیٰحضرت تکلیف نہ فرماویں۔ فرمایا یہ خلاف ادب ہے بہرحال جتنی دیر کھڑے ہو کر میں تحریر مذکور پڑھتا رہا۔ اعلیٰحضرت کھڑے ہوئے سنتے رہے۔ یہ تحریر بعینہ درج ذیل ہے۔

نذرِ عقیدت و اخلاص

بہ بارگاہ خسروی ذات ملوکانۂ ہمایونی ظل سبحانی اعلیٰحضرت اقدس المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ پادشاہ دولت مستقلہ افغانستان خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ

چوں اعلیٰحضرت ظل سبحانی مرا از طرف جماعت عرفانی دار العلوم مرکزی دیوبند و قوت زبردست فاضلہا و بہی خواہان آں کہ در ہندوستان و ماورایش بتعداد ملیونہا موجود و وقف خدمت اسلام میباشد۔ (بحیثیت ممثل (نمائندہ) قبول نمودہ شرف باریابی عطا فرمودہ اند من دعا گو بمقابلۂ ایں کرم خیلے فیاضانۂ اعلیٰحضرت عرفان پناہ سعادت تقدیم نمودن نذر عقیدت و اخلاص خاص خویش را حاصل می نمایم۔

ایں عطوفت شاہانۂ ذات ملوکانہ اولاً دلیلے است روشن بعشق پاک و مقدسے کہ در دلِ عرفان منزل اعلیٰحضرت برائے علم و معرفت از ندِ فطرت ودیعت نہادہ شدہ است۔ وثانیاً ایں کرم ملوکانہ بران روابط دیرینہ ہم روشنی کامل می اندازد کہ از قدیم الایام خاندان جلیل الشان اعلیٰحضرت را بزرگان و مؤسس اولیٰ دار العلوم دیوبند حاصل ہستند۔

دریں اُوان پُر آشوب تریں حاضریٔ نیازکیشانہ ام بافغانستان مستقل و بمقابل آں پذیرائی عرفان پرورانۂ اعلیٰحضرت المتوکل و نیز توجہات خاص الخاص شاہانۂ شاں برمرکز عرفانی بزرگ دیوبند یک اساسِ خیلے متین روابطِ عرفانیٔ امتِ افغانی بجامعۂ اسلامیہ دیوبندی باشد۔ کہ در مستقبل قریب بر آن تعمیر شدن قصر عظیم الشان ارتباط عام عرفانیٔ عالم اسلام بعید از عقل و کارسازی عرفانی نخواہد بود۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

من خیلے مسعودم کہ از طرف جماعت کامل دیوبند بحضور اعلیٰحضرت ہمایونی بغرض نمودن شکر آں بمقابل مرحمتہائے عرفان پرورانۂ اعلیٰحضرت شاں موفق ہستم و از تہ دل دعا مینمایم کہ قادر توانا ایں ارتباط عرفانی طرفین را برائے نظریاتِ اجنبی ساز تمدن امروزی کہ از عملیاتش شیرازۂ انسانیت

عصری روز بروز پاشان شدہ میرود۔ در زیر اثر اغیار پروردانہ اش عام ملل و عناصر بشری از اُنس و محبتِ فطری خویش اجنبی گشتہ از شناعت آں چشم و از خود را بند نمودہ اند نسخہ شفا القربا باید

ایں دعا گوئے دولت بآخر کلام بر زمزمۂ دعا در درازی عمر ذات شاہانہ فرخندہ فال و فزونی اقبال و ترقی جاہ و جلال می سراید۔

سال و فال و مال و حال و اصل و نسل و تخت و بخت
بادت اندر ہر دو عالم برقرار و برمُدام
سال خرم فال نیکو مال وافر حال خوش
اصل ثابت نسل باقی تخت عالی بخت رام

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

احقـــــــــــــــــــر دعا گو

محمد طیب غفرلہٗ مہتمم (رئیس عمومی) دار العلوم دیوبند

نزیل کابل (افغانستان)

تحریر مذکور سنکر اعلحضرت بہت مسرور و مبتہج ہوئے اور جواب میں شکریہ کے الفاظ استعمال فرمائے۔ اس کے بعد دار العلوم کی خدمات کا تذکرہ رہا جسکو معترفانہ انداز سے سنتے رہے یہاں تک کہ تقریباً پون گھنٹہ کی یہ مجلس ختم ہوئی۔ واپسی پر قصر کے تشریفاتی اور فوجی دستہ نے رسمی سلامی دی۔

اس سفر کے نتائج میں جو چیز میرے نزدیک سب سے اہم ہے وہ ان دو اسلامی مرکزوں (دار العلوم دیوبند اور دار الاسلام افغانستان) میں تعلیمی ربط و تعلق کا قیام و استحکام ہے کہ اس سے اگر عاقلانہ طریق پر کام لیا جائے تو اس تعلیمی ترقی کے سلسلہ میں بہت سے اہم نتائج عالم اسلام کیلئے پیدا ہو سکتے ہیں ان میں مزید توقعات اس شاہی ملاقات سے پیدا ہو گئی جو طرفین کی غیر معمولی مسرتوں پر ختم ہوئی۔ اعلحضرت کی ملاقات کے بعد والاحضرت صدر اعظم صاحب نے پھر تیسری بار باریابی کا موقع عنایت فرمایا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میرے سفر کی تمام راحتوں اور ہر قسم سہولتوں میں عموماً دولت افغانستان کے کرم گستر اولیا امور کی توجہات اور خصوصاً والاحضرت صدر اعظم صاحب بالقابہ کی بزرگانہ شفقتیں کام کر رہی تھیں جس کے شکریہ سے میں اپنے دل کو لبریز اور زبان کو قاصر پاتا ہوں۔

والاحضرت نے بصد مہربانی اسپر بھی اصرار فرمایا کہ میں عید الفطر کابل میں پڑھوں۔ فرمایا کہ کیا آپ دار الاسلام کی عید چھوڑ کر جانا گوارہ کریں گے؟ عرض کیا گیا کہ میرے لئے یہاں کی عید اور

وہ بھی والاحضرت کے ارشاد پر مانہ صد افتخار ہے لیکن دارالعلوم کی جانب سے مراجعت وطن کے تقاضے آرہے ہیں اس لئے وہاں کے اکابر کی تعمیل حکم کے لئے میں والاحضرت سے اجازت چاہتا ہوں۔ بہرحال بصد خلوص ذمحبت اس وداعی ملاقات میں والاحضرت اور عالیقدر وزیر صاحب معارف نے رخصتی مصافحہ فرماتے ہوئے الوداع فرمایا۔ اور فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ بار بار افغانستان آئیں۔

روانگی سے دو تین دن پہلے سے متعدد اکابر و عمائد شہر الوداعی ملاقات کے لئے قیامگاہ پر آنے شروع ہو گئے تھے۔ ۱۹ رمضان ۱۳۵۵ھ کو ہم کابل سے روانہ ہوئے۔ حضرت اخی معظم مولانا منصور انصاری اور دوسرے اور بعض احباب مثل برادر ذی شان دلبر خاں صاحب مالک کافی دلبر وغیرہ چمن حضوری سے آگے کی چوکی تک کئی میل آگے مشایعت کے لئے تشریف لائے۔ اور بچشم پرنم ہر ایک نے دوسرے کو رخصت کیا۔ اور بوقت نماز ظہر اس منزل سے موٹر روانہ ہوکر اخیر شب میں جلال آباد پہونچی۔ حافظ حمید میاں جو مولانا منصور کے چھوٹے صاحبزادہ ہیں۔ مع اپنے رفقاء کے پہلے سے منتظر تھے۔ شبکو ان کی مہیا کردہ کوٹھی میں قیام کیا گیا۔ والاحضرت کی طرف سے فون پہونچنے پر کمشنر جلال آباد نے بعض ذمہ دار افسروں کے ذریعہ خیریت دریافت کراتے ہوئے استمزاج کیا کہ آپ کی راحت کے لئے ہر سامان مہیا کرنے کے لئے ہمیں ایما ہے۔ اسپر مخلصانہ شکریہ ادا کیا گیا اس واپسی میں بھی مثل ابتدائی سفر کے مرکزی مقامات مثل جلال آباد ڈکہ وغیرہ پر والاحضرت صدر اعظم صاحب کی مہربانیاں کارفرما رہیں۔ حتیٰ کہ تورخم پر جو ملک کی آخری سرحد ہے بذریعہ ٹیلیفون والاحضرت نے حاکم صاحب ڈیرہ سے دریافت فرمایا کہ مہمانوں کے سرحد تک بعافیت پہونچ جانے کی اطلاع دو۔ حاکم صاحب موصوف خود بنفس نفیس ہم لوگوں کی موٹر تک عافیت دریافت کرنیکے لئے تشریف لائے۔ میں نے ان کے واسطے سے والاحضرت کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد اپنی خیریت عرض کراتے ہوئے یہ بھی کہلایا کہ میں آج اپنے اسلامی وطن سے باہر نکلنے میں افسوس محسوس کر رہا ہوں۔

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ کو ہمارا قافلہ الحمدللہ بعافیت تمام دیوبند پہونچگیا۔

اس سلسلہ میں افغانستان کے تعلیمی اداروں اور علم دوست طبقہ کی ملاقاتوں سے جن علمی تجربات یا ان علمی ضروریات کا احساس ہوا وہ بذیل تحریر معنونا ہیں اور اپنے وقت پر ان کی اشاعت کی کیجائیگی جبکہ ان کے لئے عمل کا میدان استوار ہو جائے گا۔ دیوبند پہونچنے پر اخبارات نے احقر کی واپسی اور

عطیہ افغانستان کی خبر نہایت مسرت سے شائع کی جسپر سیکڑوں مبارکباد کے خطوط موصول ہوئے۔

۲۲ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ کو جنرال قونسلگری دولت شاہی افغانستان سے اس رقم خطیر کا وہ چک موصول ہوا جس کے متعلق والاحضرت صدر اعظم صاحب نے ارشاد فرمایا تھا کہ جنرل قونسل صاحب کو دارالعلوم میں بھیجدینے کی ہدایات دی جاچکی ہیں۔

۴ جنوری ۱۹۴۶ء کو دارالعلوم میں اس شاہانہ عطیہ پر ایک عظیم الشان تبریکی جلسہ زیر صدارت عالیجناب خان بہادر شیخ ضیاء الحق صاحب رئیس راجپور رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم منعقد ہوا جسمیں علاوہ تمام حلقۂ دارالعلوم کے شہر کے عمائد اور معتبر حضرات شریک تھے۔ افغانستان اور اُس کی علمی خدمات پر مختلف تقریریں ہوئیں قصائد عربی۔ فارسی۔ اردو۔ تشکر وسپاس پڑھے گئے اور حسب ذیل تجویز باتفاق شرکاء جلسہ پاس کی گئی۔

تجویز شکریہ وسپاس

دارالعلوم مرکزی دیوبند کے علماء۔ طلبہ متوسلین اور خدام کا یہ مبارک اجتماع اعلیٰحضرت المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ بادشاہ دولت علیہ اسلامیہ افغانستان کے اس گرانقدر اور گراں مایہ عطیہ پر صمیم قلب سے اپنے غیر معمولی تشکر وامتنان کا اظہار کرتا ہے۔ جو ذات ہمایونی نے پچاس ہزار روپیہ افغانی کی صورت میں دارالعلوم مرکزی دیوبند کے لئے اپنے خسروانہ مراحم سے مرحمت فرمایا ہے۔

ذات شاہانہ نے اس لطف خاص کا اظہار فرماکر اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ دولت علیہ افغانستان اس نازک دور میں بھی علم وعرفان اور مذہب وشریعت کی پشت وپناہ اور دنیائے اسلام کے عرفانی رجحانات اور تعلیمی تصورات کا مرجع ومرکز ہے۔

یہ جلسہ اعلیٰحضرت ہمایونی کی خوشنودی مبارک کے لئے اس امر کا اظہار کرنے میں اپنی سعادت تصور کرتا ہے کہ اعلیٰحضرت نے جن مقدس حسیات اور مبارک عواطف کے ساتھ دارالعلوم کو امداد کریمانہ مرحمت فرمائی ہے اس سے نہ صرف ہندوستان کے علماء اور جمہور اہل اسلام متاثر ہوئے ہیں بلکہ اس کے اثرات مشرق سے مغرب تک عالم اسلامی کے تمام علمی اور تعلیمی حلقوں میں نہایت ہی خوشگوار اور خوش آئند

صورت میں محسوس کئے جائیں گے۔ جو انشاء اللہ العزیز دیرپا اور مستقل ہوں گے۔

یہ اجتماع عالی قدر جلالتمآب۔ المراعلیٰ۔ والاحضرت سردار محمد ہاشم خاں صدر اعظم افغانستان۔ اور سردار معظم والاحضرت محمد نعیم خاں نائب وزیر اعظم۔ وزیر معارف افغانستان کا خاص طور پر سپاس گذار ہے۔ جنھوں نے حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ نبیرہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ مہمان شاہی دولت علیہ افغانستان کو اپنے کریمانہ اخلاق سے نوازا اور دارالعلوم کی خدمات کا لحاظ رکھتے ہوئے حضرت محترم کو دارالعلوم کے نمائندہ اور اکابر دارالعلوم کی یادگار ہونے کی حیثیت سے شایان شان عزت دی اور غیر معمولی احترام کا معاملہ کیا۔

یہ جلسہ آخر میں اعلیٰحضرت شاہ افغانستان۔ والاحضرت صدر اعظم افغانستان جمہور افغانستان۔ اور خاندان جلیلہ افغانستان کے لئے صمیم قلب سے دعا کرتا ہے۔

زندہ باد اعلیٰحضرت المتوکل علی اللہ۔ پائندہ باد دولت علیہ افغانستان۔ فرخندہ باد ملت اسلامیہ افغان۔

یہ تجویز بذریعہ تار والاحضرت صدر اعظم صاحب افغانستان کے ذریعہ اعلیٰحضرت بادشاہ افغانستان کے پاس ارسال کی گئی۔ نیز جلسہ کی کارروائی تمام مؤقر جرائد میں بھیجی گئی۔ ملک میں اس کی اشاعت ہوتے ہی اطراف ملک کے علمی اداروں اور انجمنوں کی طرف سے اعلیٰحضرت بادشاہ افغانستان کے نام شکریہ و سپاس کے تار پہونچنے شروع ہوئے۔ جنکو جلسوں کے ذریعہ پاس کیا گیا۔ تار کی ایک ایک کاپی مع روداد ہائے جلسہ دارالعلوم میں بھی ارسال کیگئی۔ ملک کے مختلف اداروں۔ مدارس اور ممتاز شخصیتوں نے اس تہنیت میں پرجوش حصہ لیا۔ چنانچہ مختلف مرکزی اور صوبائی مقامات وغیرہ مثل

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور مدرسہ قاسم العلوم مراد آباد مدرسہ قاسمیہ بلند شہر۔ مدرسہ خادم العلوم باغوں والی۔ مدرسہ منبع العلوم گلاوٹھی بلند شہر۔ مدرسہ دارالعلوم مؤ اعظمگڈھ۔ مدرسہ فاروق العلوم ساہنپور بجنور۔ مدرسہ اشاعت العلوم بریلی۔ مدرسہ معین الاسلام ہاٹ ہزاری چاٹگام۔ مدرسہ نور العلوم بہرائچ۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ ریڑھی تاجپور۔ مدرسہ عزیزیہ ریاست جیند۔ مدرسہ اسلامیہ چلہ امروہہ۔ مدرسہ اسلامیہ چوہانی نواکھال۔ مدرسہ جامعہ حسینیہ راندیر ضلع سورت۔ مدرسہ اشرفیہ شاملی مظفر نگر۔ مدرسہ فتحپوری دہلی۔ مدرسہ خازن العلوم خورجہ۔ مدرسہ رحمانیہ روڑکی سہارنپور مدرسہ اسلامیہ رائے پور سہارنپور۔ مدرسہ اسلامیہ بجنور۔ جمعیۃ العلماء ہند دھلی۔ جمعیۃ العلماء بریلی۔

انجمن امداد الاسلام دیوبند۔ جامع مسجد کیرانہ مظفر نگر۔ جامع مسجد شملہ۔ کمال منزل مفتی واڑہ مرادآباد وغیرہ وغیرہ۔

سے افغانستان و دارالعلوم کو تبریک و مبارکباد اور شکریہ کے تار اور بیانات پہونچے۔ اخبارات نے اپنے مؤقر کالموں میں نمایاں طریق پر ان حالات کو شائع کیا اور اس طرح افغانستان کے اس علمی ہدیہ پر ملک کے ہر ہر گوشہ سے مسرت و شادمانی کا اظہار کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند کی مرکزیت کے شایانِ شان اس عطیہ کی خوشی ہر چہار سمت منائی گئی۔ اور الحمد للہ کہ دارالعلوم دیوبند اور دارالاسلام افغانستان کے اس جدید رابطہ کو جو اس کی تاریخ میں پہلا ہی واقعہ تھا۔ تمام ملک نے مسرت و اطمینان کی نگاہ سے دیکھا۔

چونکہ مجھکو دارالعلوم کی مجلس انتظامی نے مامور فرما کر بحیثیت نمائندۂ جماعت دارالعلوم افغانستان بھیجا تھا اس لئے میرا فرض تھا کہ سفر افغانستان کی رپورٹ مجلس کے سامنے پیش کر دوں۔ چنانچہ ۱۸ صفر ۵۹ھ کو مجلس اعلیٰ کے پہلے ہی اجلاس میں میں نے سفر کی یہی روداد جو ہدیہ ناظرین کیجا رہی ہے پڑھ کر سنائی مجلس اعلیٰ نے اپنی متعلقہ تجویز میں اس ناکارہ کی عزت افزائی فرماتے ہوئے مملکت افغانستان کا شکریہ ادا کیا اور اس کا فیصلہ کیا کہ اس شاہی عطیہ کے ذریعہ دارالعلوم میں اعلحضرت بادشاہ افغانستان کی ایک مستقل یادگار قائم کی جائے تاکہ اس جدید رابطہ و تعلق کی یاد ہمیشہ تازہ رہی چنانچہ تجویز مجلس شوریٰ حسب ذیل ہے۔

> ایجنڈہ کی مد ثانی رپورٹ "سفر افغانستان از مہتمم صاحب" پڑھ کر سنائی گئی۔ رپورٹ سُننے کے بعد قرار پایا کہ مجلس کی طرف سے دولت علیہ افغانستان کا پرخلوص شکریہ ادا کیا جائے۔ کہ نہ صرف حضرت مہتمم صاحب کا جو بحیثیت نمائندہ دارالعلوم تشریف لے گئے تھے پرتپاک خیر مقدم کیا اور غایت احترام کے ساتھ مہمان نوازی فرمائی۔ بلکہ دارالعُلوم کی گرانقدر مالی اعانت بھی فرمائی۔ نیز مجلس حضرت مہتمم صاحب کو اُن کے کامیاب سفر پر مبارکباد پیش کرتی ہے۔ اور تجویز کرتی ہے کہ مہتمم صاحب کی رپورٹ کا مختصر خلاصہ چھاپ کر ملک میں شائع کیا جائے یہ دارالعلوم کے لئے مفید ہوگا۔
>
> مجلس مولانا منصور صاحب انصاری۔ مولانا حامد میاں صاحب غازی۔ اور علامہ سید بشر اللہ صاحب طرازی کا شکریہ ادا کرتی ہے جنکی مساعی جمیلہ سے حضرت

مہتمم صاحب کا یہ سفر کامیاب اور پرثمر ہوا۔

اسی سلسلہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب قبلہ نے تجویز پیش کی کہ جو رقم افغانستان سے بطور عطیہ موصول ہوئی ہے اُس کو تعمیرات میں صرف کیا جائے۔ اس وقت چونکہ دار العلوم کے لئے مخصوص سڑک تیار ہو رہی ہے اور دار الحدیث کا گنبد بھی مکمل ہو چکا ہے۔ ضرورت ہے کہ صدر دروازہ دار الطلبہ کا جلد از جلد تعمیر ہو جائے۔ اس رقم میں سے صدر دروازہ تعمیر کرا کر اس کا نام "باب الظاہر" پادشاہ افغانستان کے اسم مبارک پر رکھا جائے تاکہ ہمیشہ کے لئے شاہانہ التفات کی یادگار رہے۔ جناب حافظ محمد یوسف صاحب انصاری کی تائید پر یہ تجویز باتفاق منظور ہوئی۔ اور یہ بھی قرار پایا کہ اس کی اطلاع دولت افغانستان کو بھی دیدی جائے۔

چنانچہ اس جلسہ کی پوری کارروائی افغانستان روانہ کر دی گئی۔ تجویز بالا کے مطابق "باب ظاہر" کا کام شروع کرنے کے لئے مناسب اور موزوں سمجھا گیا کہ عالیجناب سردار محمد شفیع صاحب جنرل قنصل دولت افغانستان مقیم شملہ کو اس دروازہ کی سنگ بنیاد کی تقریب میں دعوت دی جائے۔ اور انکے سامنے باب الظاہر کی پہلی اینٹ رکھی جائے۔ چنانچہ جناب ممدوح سے اس کی استدعا کی گئی۔ مگر ممدوح نے بمصالح وقت معذرت فرماتے ہوئے احقر کو لکھا کہ آپ اس بارہ میں میرے وکیل ہیں۔ بالآخر حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب صدر مدرس دار العلوم کی تحریک پر عالیجناب نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی رئیس حبیب گنج ضلع علیگڈھ کا انتخاب کیا گیا کہ تقریب سنگ بنیاد کا افتتاح آپ کے ہاتھوں ہو۔ دار العلوم کی اس مخلصانہ دعوت کو قبول فرماتے ہوئے ممدوح جمادی الاول ۱۳۵۹ھ کو وارد دیوبند ہوئے اور علماء وطلبہ اور معززین شہر کے ایک بڑے مجمع میں باب الظاہر کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ اس تعمیر کا کام جاری ہے۔ اور امید ہے کہ یہ دیدہ زیب یادگار عنقریب تیار ہو کر نور افزائے چشم اولی الابصار ہوگی۔

میں آخر میں ملتہ نجیبۂ افغان اولیاء امور دولت والاحضرت صدر اعظم صاحب افغانستان اور اعلحضرت ذات شاہانہ ہمایونی کے مخلصانہ شکریہ اور اس دعاء پر اس روداد کو ختم کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس دار العلوم اسلامی دیوبند اور اس دار الاسلام دولت افغانیہ اور ان کے باہمی رشتۂ علمی کو

پائیدار اور مستحکم فرمائے اور اُمۃ مرحومہ کے حق میں اس سے نیک ثمرات اور مفید نتائج نمایاں ہوں آمین

آخر میں میں اپنا اخلاقی اور شرعی فرض سمجھتا ہوں کہ خصوصی طور پر مجاہد غیور داعی معظم حضرت مولانا ابوالحامد محمد بن عبداللہ منصور انصاری مقیم حال کابل صدیق محترم حضرت علامہ مولانا سید بشیر اللہ طرازی رکن دارالتحریر شاہی افغانستان۔ اور عزیز محترم مولانا حامد الانصاری غازی ڈائرکٹر نشرواشاعت ریاست عالیہ قلات (بلوچستان) کا مخلصانہ شکریہ ادا کروں جن کی ہمتوں اور توجہات سے دارالعلوم کے ان عرض کردہ منافع کی تشکیل ظہور پذیر ہوئی۔ ساتھ ہی ناسپاسی ہوگی اگر میں تمام اکابر جمیعۃ علمائے افغانستان رئیس صاحب دارالعلوم کابل اور ذمہ داران انجمن ادبی کی خصوصی توجہات پر ہدیہ تشکر وسپاس پیش نہ کروں۔ جن کی محبتیں اور عطوفتیں میرے اس قیام کابل میں بہت حد تک مشعل راہ ہوئی ہیں۔

ختام کلام پر میں عموماً ہندوستان کے مخلص مسلمانوں اور خصوصاً منتسبین وبہی خواہان دارالعلوم سے اپیل کروں گا کہ وہ اعلیحضرت بادشاہ افغانستان اور دولت مستقلہ افغانستان کے حق میں مخلصانہ دعاء فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اس دولتی سہارے کی بنیادوں کو مضبوط ومستحکم فرمادے اور آفات زمانہ سے محفوظ رکھ کر اسلامیان عالم کے لئے اُسے شوکت وقوۃ اور اسلامی ترقی کا ذریعہ ثابت کرے۔ آمین۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

اِسی کے ساتھ ساتھ میں مسلمانان ہندوستان کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جس دارالعلوم کی عظمت وشہرت نے ہندوستان کی چہار دیواری سے نکلکر ممالک اسلامیہ اور سلاطین کے قلوب پر اپنا سکّہ قائم کیا ہوا ہے اور ملوک وسلاطین اس کی خدمت کو اپنے لئے فخر وسعادت جانتے ہیں وہ دارالعلوم ہندوستان میں ہے اس کے بانی اور مُربی ہندوستان کے باشندے ہیں۔ اس لئے اس دارالعلوم کی خدمت واعانت کا ذمہ سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اُن پر عائد ہوتا ہے۔ ان کے لئے یہ کچھ کم فخر وسعادت نہیں ہے کہ ممالک اسلامیہ اور امراء اسلام کو اپنی طرف جھکا لینے والی چیز اُن کے گھر میں ہے۔ اور اولاً ان کی ہے۔ اس لئے وہ اس دارالعلوم کی ترقی وبہبود اور ہر ممکنہ اعانت کے لئے ہر وقت مستعد اور تیار رہیں۔ اور اس کی اپیلوں کو جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں نظر انداز نہ کریں۔

۔ اس روداد کی اشاعت کی غرض وغایت بھی یہی ہے کہ مسلمانان ہندوستان اپنے

مذہبی اور دینی مرکز کی مقبولیت عامہ اور ہمہ گیر محبوبیت پر مطلع ہوکر اپنے جذبات اعانت و خدمت کو پہلے سے دہ چند اور اضعاف مضاعف کردیں۔ وباللہ التوفیق۔

احقر العباد

محمد طیّب غفرلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند

نبیرۂ حجۃ الاسلام حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم

قدس اللہ سرہ العزیز

کتبہ: احقر محبوب کریم خوشنویس دیوبند

قل سیروا فی الارض ۱۶

روداد

سفر افغانستان

عالیجناب مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

جو

منجانب دارالعلوم رجب ۱۳۵۸ھ میں کیا گیا

سنہ ۱۹۴۰ء

اور

دارالعلوم نے

محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں طبع کراکر شائع کیا

۹۵/-